بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

انبیاءؑ کی آسمانی بادشاہت

اور

اِسکی تکمیل مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے

تقریر جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ جو مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء

بموقعہ جلسہ سالانہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی گئی

صیغہ مفت اشاعت کے قیام کیلئے یہ تقریر شائع کی گئی ہے

خاکسار

محمد دین ملتانی ہیڈ کلرک نظارت دعوۃ و تبلیغ قادیان

ضیاء الاسلام پریس قادیان میں باہتمام عبدالرحمن قادیانی پرنٹر چھپوا کر شائع کی

(۲۲ فروری سنہ ۳۲ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ‏ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

دیباچہ

انبیاء علیہم السّلام نے ایک محل تیار کیا جسکی آخری اینٹ سرورِ کائنات محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ ستودہ صفات تھی۔ آپ نے شریعت کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جو بنی نوعِ انسان کیلئے بطور ایک کامل ہدایت اور دستور العمل کے ٹھہری یہ ایک مرحلہ تھا جو محمد رسول اللہ صلعم کے انفاسِ قدسیّہ سے ٹھیک اپنے وقت پر طے ہوا۔ اس کے بعد ایک دوسرا مرحلہ تھا جسکے لئے بھی ایک وقت مقرر تھا وہ یہ کہ تمام امتوں اور قوموں اور ملکوں کو انبیاءؑ کے اس تیار شدہ محل میں داخل کرنا۔ یہ عظیم الشان کام محمد رسول اللہ صلعم کی بعثتِ ثانیہ کے ساتھ تعلق رکھتی تھی جس کی پیشگوئی جیسے آپ نے کی دوسرے انبیاء نے بھی کی اور یہ آخری مرحلہ انبیاءؑ کی پیشگوئیوں کے مطابق ایک دجّالِ عظیم اور شبِ غاسق کی تاریکیوں میں سے گزرتا ہوا مسیح موعودؑ کے ہاتھ سے محمد رسول اللہ صلعم کی بعثتِ اولیٰ سے تیرھویں صدی اور مسیح اوّل سے اُنیسویں صدی کے اواخر میں ایک بڑے جہاد کے بعد طے پانا تھا۔ یہ موضوع ہے میری تقریر کا۔ جو کتاب کی صورت میں بھی وعدے کے مطابق شائع کی جاتی ہے ؛

”خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا اُن سب کو توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔“ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس عظیم الشان مقصد کی وضاحت اور اس کے متعلق انبیاء کی پیشگوئیاں اور انکے پورا ہونیکے اوقات کی تعیین و تشریح یہ سب باتیں انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب میں مفصل پائیں گے۔ اس لئے احباب سے درخواست ہے کہ وہ اس کے پڑھنے اور اس کی اشاعت کے متعلق خاص اہتمام سے کام لیں۔ خصوصًا انصار اللہ کی جماعتیں جو تبلیغ کے لئے خاص اہتمام کے ساتھ کھڑی ہوئی ہیں۔ چاہیئے کہ ہمارا یہ سال ایک بڑے جہاد کے ساتھ شروع ہو۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق ؛

۳۲-۱-۵ مطابق ۱۳۵۰ھ

زین العابدین ولی اللّٰہ
ناظر دعوۃ و تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ
قادیان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

انبیاء علیہم السلام کی آسمانی بادشاہت

اور

اسکی تکمیل مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ سے

انبیاء علیہم السلام مدت سے زمین پر انسانوں کے درمیان ایک ایسی بادشاہت کے قائم ہونے کی بشارت دیتے چلے آرہے ہیں۔ جو بندھے ہوؤں کو انکی قیدوں سے چھڑانے اور اندھوں کی آنکھیں کھولنے اور ساری زمین پر راستی اور عدالت جاری کرنے کا موجب ہوگی۔ جس کے قائم ہونے سے "ہر ایک کوہ اور ٹیلہ پست اور ہر ایک نشیب اونچا کیا جائیگا۔ اور ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کیجائیں گی۔ اور اس کے ذریعہ سے خداوند ایک خدا کا جلال آشکار ہوگا۔ اور ہر بشر خداوند کی نجات دیکھیگا"۔

انبیاء علیہم السلام کے نوشتوں کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس قسم کی بادشاہت کے برپا ہونے کی پیشگوئی بلا استثناء ہر ایک نبی لانے کی ہے۔ کسی نے اس کا نام خداوند کی ازلی وابدی بادشاہت۔ اور کسی نے اس کا نام آسمانی بادشاہت لکھا ہے۔

اور اس کے قائم ہونے کا یہ نشان بتلایا ہے۔ کہ ساری زمین پر تمام بنی نوع انسانوں کے درمیان راستی اور عدالت اور مساوات قائم ہوگی۔ اونچ نیچ سب اٹھ جائیگی اور آدم کے بیٹے از سر نو اس زمین پر اُس جنت کے وارث ہوں گے جس سے حضرت آدمؑ اپنی ایک بھول کی وجہ سے نکالے گئے تھے۔ وہ سعادت اور خوشحالی کا جنت جس کے متعلق آدم سے کہا گیا اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى۔ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى۔ نہ تم اس میں بھوکے رہوگے اور نہ ننگے اور نہ پیاسے اور نہ تمہیں کسی قسم کی تکلیف کا سامنا ہوگا۔

تمام انبیاءؑ اس قسم کی ایک بادشاہت کے قائم ہونے کا اعلان کرتے چلے آئے ہیں۔ اور جس میں داخل ہونے کی ترغیب وہ اپنے اپنے زمانے کے لوگوں کو دیتے رہے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ان کا قبلۂ اعمال یہی ایک بادشاہت ہے جس کے لئے وہ مبعوث ہوئے اور جس کے قائم کرنے کے لئے ان میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت کے مطابق سر توڑ کوشش کی۔ اور اس کو نا تمام دیکھ کر اپنے بعد...... ایک آنے والے کی پیشگوئی کرتے ہوئے اس امید پر دنیا سے چل بسے کہ ضرور ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی کے ہاتھ سے یہ بادشاہت بنی نوع انسان کے درمیان قائم ہوکر رہے گی۔ چنانچہ یسعیاہ نبی ایک عظیم الشان رسول کی بعثت .... اور اس کے ہاتھوں ایک ازلی ابدی بادشاہت قائم ہونے کا ذکر بایں الفاظ فرماتے ہیں:—

دیکھو تو سب پیشگوئیاں بر آئیں اور میں نئی باتیں بتلاتا ہوں اس کے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو۔ اور تم جو اس میں بستے ہو۔ اے بحری ممالک اور ان کے باشندو! تم زمین پر اس کی ستائش کرو۔ بیاباں اور اس کی بستیاں قیدار[1] کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے سلع[2] کے بسنے والے ایک نیا گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔ وہ خداوند کا جلال ظاہر کریں گے۔ اور بحری ممالک میں ثنا خوانی کریں گے .... وے پیچھے ہٹیں اور نہایت پشیمان ہوں۔ جو کھوئی ہوئی مورتوں کا بھروسہ رکھتے ہیں

[1] قریش۔ [2] سلع مدینہ میں ایک پہاڑی ہے حبقوق نبی بھی تیمان اور کوہ فاران کو خدا کے قدوس کی کامل تجلی ... کے لئے مخصوص کرتے ہیں۔ دیکھیں کتاب حبقوق باب ۳۔

اور ڈھالے ہوئے بتوں کو کہتے ہیں ۔ کہ تم ہمارے الٰہ ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا اور میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے ۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی ۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت کو جاری کرائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ عدالت جاری کرائے گا کہ دائم رہے ۔ اُس وقت تک اسکا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائیگا جبتک کہ راستی کو قائم نہ کرے ۔ اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ شریعت کو بزرگی دے گا اور عزت بخشے گا ؛؛

اسی طرح یحیٰی علیہ السلام یسعیاہ کی یہی پیشگوئی دُہراتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"توبہ کرو ۔ کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے ۔ یہ وہی ہے جس کا ذکر یسعیاہ نبی کی معرفت یوں ہوا ۔ کہ بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے ۔ کہ خداوند کی راہ تیار کرو ۔ اس کے راستے سیدھے بناؤ ۔ صحرا میں ہمارے خدا کے لئے ایک سیدھی شاہ راہ تیار کرو ۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے ۔ ہر ایک کوہ اور ٹیلہ پست کیا جائے ۔ ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کیجائیں اور خداوند کا جلال آشکارا ہوگا ۔ اور سب بشر ایک ساتھ دیکھیں گے کہ خداوند کے منہ نے یہ فرمایا ہے ہر بشر خدا کی نجات دیکھے گا ؛؛

اسی طرح دانیال علیہ السلام بنوکدنضر بادشاہ کے خواب کی تعبیر کرتے ہوئے رومی بادشاہوں کے ایام میں جبکہ انکی سلطنت تفرقہ میں ہوگی ۔ آسمانی بادشاہت کے قائم ہونیکی پیشگوئی بایں الفاظ کرتے ہیں :-

"ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کریگا ۔ جو تا ابد نیست نہ ہوگی ۔ اور وہ سلطنت دوسروں کے قبضے میں نہ پڑیگی ۔ وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کردے گی ۔ اور وہی تا ابد قائم رہیگی ؛؛

(باب ۲ : ۴۴)

یہی نبی یعنی دانیال علیہ السلام باب ۷ : ۱۳ میں اپنے ایک خواب کا ذکر کرتے ہیں جس میں انہوں نے چار بڑے بڑے حیوان دیکھے ہیں اور خواب ہی میں انکو اس نظارے کی تعبیر بتلائی جاتی ہے ۔ کہ ان حیوانوں سے مراد چار بڑی بڑی سلطنتیں ہیں ۔ جو

۵ے عیسائی بھی "ان بادشاہوں" سے رومی بادشاہ مراد لیتے ہیں ۔ دیکھو کتاب The appointed time ۱۸۸۵ء

دنیا میں قائم ہوں گی۔ اور عیسائی علماء اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ چوتھی سلطنت جو دانیال کے خواب کے مطابق روئے زمین پر قائم ہوئی وہ رومی سلطنت تھی۔ اور چوتھے حیوان کے سر پر جو دس سینگ انہوں نے دیکھے۔ اور جس کی تعبیر خواب میں ہی انکو یہ بتلائی گئی تھی کہ وہ دس بادشاہ ہیں جو اس سلطنت میں برپا ہوں گے۔ اس سے مراد رومی سلطنت کی دس شاخیں ہیں جن میں وہ بالآخر چھٹی صدی عیسوی کے وسط میں تقسیم ہوئی (The Appointed time p.p. 195/208)

اور دانیال نبی علیہ السلام نے یہ جو دیکھا کہ ان دس سینگوں کے بیچوں بیچ ایک چھوٹا سا سینگ نمودار ہوا۔ جس میں آنکھیں بھی تھیں اور ایک منہ بھی جو بڑے گھمنڈ کی باتیں بولتا تھا۔ اور اس کا چہرہ اس کے ساتھیوں کی نسبت زیادہ رعب دار تھا۔ اور یہی چھوٹا سینگ مقدسوں سے جنگ کرتا رہا۔ اور اس نے حق تعالے کی مخالفت میں باتیں کیں۔ اور وہ چاہیگا کہ وقتوں اور شریعتوں کو بدل ڈالے۔ عیسائی علماء اس گیارہویں سینگ کے متعلق یہ یقین کرتے ہیں کہ وہ دجال ہوگا۔ جو رومی سلطنت کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ پیدا ہوگا۔

دانیال نبی کی اس مشہور پیشگوئی کے مطالعہ سے دو باتیں نہایت وضاحت سے ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ رومی سلطنت کے تفرقے کے زمانے میں وہ آسمانی بادشاہت قائم ہوگی جس کے متعلق انبیاء علیہم السلام پیشگوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ اور جن لوگوں کے ہاتھ سے رومی سلطنت تباہ ہوگی۔ انکو دانیال کی اس پیشگوئی میں حق تعالیٰ کے مقدس لوگ قرار دیا گیا ہے۔ انکی سلطنت ابدالآباد تک قائم رہیگی۔

دوسری بات اس پیشگوئی سے یہ واضح ہوتی ہے۔ کہ آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کے بعد وہ چھوٹا سا سینگ جو چوتھے حیوان کے دس سینگوں کے بیچوں بیچ ظاہر ہوا۔ وہ حق تعالیٰ کے مقدسوں سے انکی سلطنت چھین لیگا۔ یہانتک کہ ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت گزر جائیگی۔ اس کے بعد عدالت بیٹھیگی اور حق تعالیٰ کے مقدس اس سے اس کی سلطنت چھین لیں گے۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کردیں گے۔ اور تمام آسمان تلے سارے ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالے کے لوگوں کو بخشی جائیگی۔ اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہوگی۔ اور ساری مملکتیں اس کی

بندگی کریں گی اور فرمانبردار ہوں گی ۔

دانیال علیہ السلام اس پیشگوئی میں نہ صرف یہ کہ اس کے قائم ہونے کی پیشگوئی کرتے ہیں بلکہ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی۔ اور قائم ہونے کے بعد کس طرح ایک حیوانی حکومت کے فوریتے تباہ ہوکر دوبارہ دنیا میں قائم ہوگی۔ اور پھر اس کے بعد اسکو زوال نہ ہوگا ۔

یسعیاہ اور یحییٰ اور دانیال کی طرح ذکریا علیہ السلام بھی ایک آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کی پیشگوئی بایں الفاظ کرتے ہیں - فرماتے ہیں :-

"خداوند میرا خدا آئیگا۔ اور سارے قدوسی میرے ساتھ ...... اُسدن ایسا ہوگا۔ نفیس اجرام فلکی کی روشنی نہ ہوگی۔ پر نہایت کثیف تاریکی ہوگی (شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ) پر ایک دن ہوگا جو خداوند کو معلوم ہے ...... خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ اور اسکا نام ایک ہوگا۔ اور ساری زمین تبدیل ہو کے عرابہ کے میدان کی مانند ہو جائیگی" ۔ (۱۴ : ۱۵) (قَاعًا صَفْصَفًا لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۔ ہموار زمین ہوگی۔ نہ اونچ ہوگی نہ نیچ۔ نشیب و فراز برابر ہوکر بنی نوع انسان کے درمیان عدالت اور مساوات قائم کی جائیگی) ۔

ایسا ہی ملاکی نبی بھی پیشگوئی کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

"دیکھو میں اپنے رسول بھیجوں گا۔ اور وہ آکر میرے آگے میری راہ کو درست کریگا۔ وہ خداوند جس کی تلاش میں تم ہو۔ ہاں عہد کا رسول جس سے تم خوش ہو۔ وہ اپنی ہیکل میں ناگہاں آئیگا۔ دیکھو وہ یقیناً آئیگا۔ رب الافواج فرماتا ہے" ۔

ملاکی نبی کی اس پیشگوئی میں عہد کے رسول سے وہ نبی مراد ہے جس کے ہاتھوں سے آسمانی بادشاہت کی بنیاد مکمل طور پر رکھی جائیگی ۔

اسی طرح جب مسیح علیہ السلام تشریف لائے ہیں تو وہ بھی پہلے انبیاء کیطرح ایک آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کی نہایت کھلے الفاظ میں اطلاع دیتے ہیں اور

اپنے وعظوں میں اسی بادشاہت کے نزدیک آنیکا اعلان کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس میں داخل ہونا۔ اور آسمانی بادشاہت کی بشارت دینے کی وجہ سے انہوں نے اپنی الہاموں کا نام انجیل رکھا۔ جس کے معنے ہیں خوشخبری۔ چنانچہ متی۔ مرقس۔ لوقا۔ یوحنا میں لکھا ہے۔ کہ جب مسیح علیہ السلام شیطان کی آزمائش کے مقابل پر کامیاب نکلے۔ تو اس وقت سے انہوں نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا۔ توبہ کرو۔ آسمانی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ اور اس بشارت پر اتنا زور دیا ہے کہ اسے اپنی بعثت کی ساری غرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ "میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ خدا کی بادشاہت کی خوشخبری سناؤں"۔ (لوقا ۴۳/۴)

اور جب آپ اپنے شاگردوں کو باہر بھیجتے ہیں۔ تو انہیں بایں الفاظ ہدایت فرماتے ہیں [1]:-

"سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔ بلکہ اسرائیل کے گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور چلتے چلتے اس بات کی منادی کرنا۔ کہ آسمانی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ فیما انتم ذاھبون۔ اِکزرواقائلین۔ انه قد اقترب ملکوت السمٰوٰت ۔ (متی ۱۰ : ۹)

اور وہ انہیں یہ دعا سکھاتے ہیں :-

"اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے۔ تیری بادشاہت آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو"۔ متی ۶ : ۱۰

غرض حضرت مسیح علیہ السلام تک جتنے انبیاء بنی اسرائیل گزرے ہیں اور جن کی کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان سب نے کسی نہ کسی رنگ میں آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کی پیشگوئی کی اور بتلایا ہے۔ کہ ضرور ایک نبی کے ذریعہ سے جو عہد کا رسول ہوگا۔ آسمانی بادشاہت دنیا میں بنی نوع انسان کے درمیان ایک نہ ایک دن قائم ہو کر رہیگی اور اس بادشاہت کا انتظار بنی اسرائیل کو نہائت شدت سے رہا ہے۔ چنانچہ جب یحییٰ علیہ السلام نے منادی کی شروع کی تو یہودی انکے پاس آتے ہیں اور پوچھتے ہیں۔ تو کون ہے؟ کیا تو مسیح ہے؟ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ کیا تو وہ نبی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ نہیں۔ "وہ نبی" سے یہودیوں کی کیا مراد تھی؟ یقیناً وہی عہد کا رسول جس کی بابت انبیاء پیشگوئی کرتے چلے آئے ہیں۔ اور جس کے ذریعہ سے اللہ تعالےٰ کا وہ عہد پورا ہونا تھا۔ جو اسنے اپنے نبیوں سے کیا۔

[1] دیکھیں اعمال ۳ : ۱۹-۲۴

اس عہد کا ذکر قرآن مجید بھی بایں الفاظ فرماتا ہے :-
رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ - اے ہمارے رب ہمیں وہ بات عطا کر جس کا وعدہ تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے ذریعہ سے کیا۔ یہ وعدہ اس آسمانی بادشاہت کے متعلق ہے جو انبیاء دنیا میں بنی نوع انسان کے درمیان قائم کرنا چاہتے تھے اور جس کے قائم ہونے کی پیشگوئی وہ مدت سے کرتے چلے آرہے ہیں ؛

عیسائیوں کا دعوےٰ کہ آسمان کی بادشاہت اُنکی ہے

عیسائی لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ آسمانی بادشاہت جس کی بشارت انبیاء نے اور حضرت مسیح علیہ السلام نے دی وہ حضرت مسیح کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ انہوں نے اس بادشاہت کی داغ بیل اپنے ہاتھ سے رکھی۔ اور وہی جب دوبارہ آئیں گے۔ اسکی تکمیل پورے جلال کے ساتھ کریں گے۔ چنانچہ عیسائی قومیں جہاں یہ دعا باقاعدہ مانگتے ہیں کہ تیری بادشاہت جیسا کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی ہو۔ وہاں انہیں اس بات کا سخت انتظار ہے۔ کہ حضرت مسیح آسمان سے کب دوبارہ آتے ہیں۔ اور کب ان کے ہاتھ سے آسمانی بادشاہت پوری شوکت کے ساتھ اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے ؛

اٹھارویں صدی کے وسط میں انکے ہیئت دانوں اور علمائے لاہوت نے انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیاں خصوصاً دانیال علیہ السلام کی پیشگوئی (کہ حق تعالیٰ کے مقدس چھوٹے سینگ کے قبضہ میں دئے جائیں گے۔ یہانتک کہ ایک مدت (۳۶۰) اور مدتیں (۷۲۰) اور آدھی مدت (۱۸۰) گذر جائینگی یعنی ۱۲۶۰ سال) اور نیز انکی یہ پیشگوئی (کہ جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی۔ اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کیجائیگی۔ ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار دو سو پینتیس (۱۲۳۵) روز تک آتا ہے۔) سامنے رکھ کر مسیح کی آمد ثانی کے متعلق مختلف حسابات نکالے ہیں۔ اور آخری حساب جو کہ اپنے اندر علمی قواعد کی رو سے وضاحت اور یقین بلکہ تحدی کا رنگ رکھتا ہے وہ حساب ہے جو انگلستان کے مشہور و معروف ہیئت دان علامہ جے۔ بی۔ ڈبل بی نے

انیسویں صدی کے آخر میں پیش کیا ہے۔ ۱۸۹۳ء میں انہوں نے ایک رسالہ لکھا۔ جس کا
نام (The New Era at Hand) یعنی وہ دورِ جدید قریب ہے۔ ان کے
حسابات کو عام طور پر قبولیت کی نظر سے دیکھا گیا۔ ۱۸۹۵ء میں ایک ضخیم کتاب ۲۹۵ صفحے کی (The
Appointed Time) یعنی الیوم الموعود کے عنوان سے شائع کی۔ جس میں بعض
اعتراضوں کا جواب دیتے ہوئے اپنے حساب کو علم ہیئت کے پانچ مختلف میعادوں سے بیقینی
ثابت کرتے ہیں۔ ایسا یقینی کہ انکے خیال میں اس میں غلطی کا امکان ہی نہیں؏۔

اس سے پہلے بھی انیسویں صدی کے وسط میں عیسائی علماء کئی لاہوت اور ہیئت
دانوں نے انبیاء بنی اسرائیل کی انہی پیشگوئیوں کو سامنے رکھ کر مسیح کی آمدِ ثانی کے متعلق حسابات
نکالے تھے۔ اور اعلان کیا تھا کہ وہ ۱۸۶۸ء میں آنیوالا ہے۔ مگر جے۔ بی۔ ڈبلیو بی انکے
حسابوں کی غلطی کو اپنی اس کتاب میں واضح کرتے ہیں۔ (ص۳ تا ص۲۶) اور اپنے حسابات کو
انبیاء کی متعدد پیشگوئیوں پر چسپاں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ہم اس زمانہ کے قریب پہنچ گئے ہیں جس میں غیر قوموں کی وہ میعاد ختم ہوگی۔
(جس کے متعلق حضرت مسیح بایں الفاظ پیشگوئی کرتے ہیں جبتک غیر قوموں کی میعاد
پوری نہ ہو۔ یروشلم غیر قوموں سے پامال ہوتی رہیگی۔ اور سورج اور چاند اور ستاروں
میں نشان ظاہر ہونگے۔ اور زمین پر قوموں کو تکلیف ہوگی۔ کیونکہ وہ سمندر اور اس
لہروں کے شور سے گھبرا جائیں گی۔ اور ڈر کے مارے اور زمین پر آنے والی بلاؤں
کی راہ دیکھتے دیکھتے لوگوں کی جان میں جان نہ رہیگی۔ اس لئے کہ آسمان کی قوتیں ہلائی
جائینگی۔ اسوقت لوگ ابن آدم کو قدرت اور پورے جلال کے ساتھ بادل میں آتے

؏ The calculation of years in this book are all told off on five lines of astronomical time and the true amount of actual duration ascertained and fixed beyond the possibility of error. (P.P. 26.)

دیکھیں گے۔ اور جب یہ باتیں ہونے لگیں۔ تو سیدے ہو کر سر اوپر اٹھانا۔ اس
لئے کہ تمہاری مخلصی نزدیک ہے۔" (لوقا باب ۲۱ : ۴۴ تا ۵۲)

علامہ ڈمبل۔ بی لکھتے ہیں :۔

"غیر قوموں کی میعاد وہی ہے جو دانیال نے یہ لکھتے ہوئے بتلائی۔ کہ چوتھے حیوان رومی سلطنت کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ پیدا ہونے والی نہایت زبردست حکومت کے قبضہ میں حق تعالے کے وہ مقدس لوگ دیدئے جائیں گے۔ جو رومی سلطنت کو تباہ کر کے ازلی ابدی بادشاہت قائم کرنے والے ہیں گے۔ یہانتک کہ ایک مدت اور آدھی مدت گزر جائیگی۔ علامہ ڈمبل بی لکھتے ہیں۔ کہ غیر قوموں کے اس زمانہ کا خاتمہ اور نئے زمانہ کا آغاز ۱۸۹۸ ہے جس میں بنی نوع انسان کی مخلصی اور نجات مقدر ہے۔ اور جس میں آسمانی بادشاہت کی تکمیل مسیح کی آمد ثانی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور لکھتے ہیں کہ مجھے اپنے اس حساب پر اتنا یقین ہے کہ میں اسکا اس طرح انتظار کر رہا ہوں جس طرح کل عین دوپہر کے وقت اس بات کا انتظار کرتا ہوں کہ گھڑی بارہ بجائے گی۔ اس لئے کہ میں نے اسے کل دوپہر کے وقت بارہ بجاتے دیکھا تھا۔ چونکہ اس زمانے کے متعلق باقی پیشگوئیاں یکے بعد دیگرے پوری ہو چکی ہیں۔ اس لئے میں یہ یقین کرتے میں ذرہ بھی تردد محسوس نہیں کرتا کہ دانیال کی پیشگوئی کا آخری حصہ (کہ حق تعالے کے مقدس اپنی بادشاہت واپس لے لیں گے۔ ٹھیک اپنے وقت پر پورا ہوگا۔ جس کا میں نے ابھی ذکر کیا ہے[ف۱] اور آنیوالا ہے ۱۸۹۸ میں آئیگا بشرطیکہ اس سے پہلے پہلے نہ آجاتے کیونکہ

ف۱ *We are drawing close to the end of this despensation — the Gentile times. I feel absolutely certain that the New Era begins at Easter, 1898, so certain that my belief about it is like my expecting that at the point of noon, to morrow, the clock strikes twelve because I have*

یہ آخری حد ہے۔ اس مسیح کے دوبارہ آنے کی جس کے ذریعہ سے انبیاء کی آسمانی بادشاہت
اپنی تکمیل کو پہنچے گی۔ ۱۸۹۸¼ کے بعد تیس سال کا ایک دور شروع ہوگا۔ جس میں بڑے
بڑے نشان ظاہر ہونگے۔ تیس سال کے عرصہ میں یہود کو جو اطراف عالم میں پراگندہ
ہیں دوبارہ بیت المقدس میں اکٹھا کر کے ان کو دوبارہ آباد کیا جائیگا۔ اور ۱۸۹۸¼ اور
یہودیوں کے بیت المقدس میں واپس آنے کے درمیان بہت بڑی تنگی اور مصیبت کے دن
دنیا پر آئیں گے۔ اور یہ کہ ترکی حکومت کا خاتمہ ہوگا۔ جو ایک خطرناک لڑائی کا الارام ہوگا اور
اس تیس سال کے عرصہ میں عالمگیر بادشاہت کی بنیاد ڈالی جائیگی۔ اس تیس سالہ عرصہ کا انتہا
۱۹۲۸¼ تک ہے۔[a] جیسا کہ دانیال کو بتلایا گیا تھا۔ کہ جس وقت سے "دائمی قربانی موقوف

heard it to do so many times. I have given several reasons why 1898¼ is the end of the present era, and knowing as I do, how all other prophecies, step after step have been fulfilled with precision, I cannot feel any heritation whatever in my belief that the last & concluding step in the prophecies of Daniel will also be completed at the point of time I have just mentioned.

P. 265.

[a] The Gentile times end in 5896½ (1898½ A.D.) a date when we expect the comming of the Lord, should He not previously appear. Then follows the 30 years.* The glorious and blessed Comming of our Lord is represented to us in the scriptures in 2 stages — first when he comes into the mid-heavens to recieve His

* of that day" which reach up to 5926½ (ie 1928½ AD) or end of the Jewish times & date of the commencement of the Millenium.

** weeks in 5900(1901½), it follows, as natural sequence, that at the last half week, or 3½ years, are the

* Here, then, we have other evidence that the restoration of Jews begins after the Gentile times, and as we well see that this restoration must begin ... (P. 245).

کی جائیگی۔ اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائیگی۔ ایک ہزار دو سو نوے دن
ہونگے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک آتا ہے۔ اور اُس
وقت سے وہ ساتواں ہزار سال شروع ہوگا۔ جسے مبارک کہا گیا ہے ؎

علامہ جے۔ بی۔ ڈمبل بی ایک اور عجیب بات لکھتے ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ عہدِ قدیم
و جدید کی پیشگوئیوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسیح کی آمدِ ثانی کے عہد کے لئے دو زمانے مقرر
کئے گئے ہیں۔ ایک وہ زمانہ جب وہ درمیانی آسمانوں میں آئیگا۔ اور فرشتہ بھیج کر اپنے مقدسوں
کو آسمان پر اوپر بُلائے گا۔ اور دوسرا زمانہ جب وہ اپنے تمام قدوسیوں کے ساتھ آسمان
سے پورے جلال کے ساتھ اتر آئیگا۔ پہلی آمد اچانک ہوگی۔ اور اُس چور کی مانند ہوگی جو رات
کے اندھیرے میں آتا ہے۔ اور اس کے آنے سے پہلے کوئی نشان ظاہر نہیں ہوگا۔ اس کے
آنے کے بعد آسمان میں اور زمین میں نشانات ظاہر ہوں گے۔ اور دنیا بوجہ ضلالت کی شدید
تاریکیوں میں لپٹے ہوئے ہونے کے اندھی ہوگی۔ اور اس کو شناخت نہیں کرے گی۔ مگر
راستباز اس کو پہچان لیں گے۔ اور وہ انہیں اپنے فرشتوں کے ذریعہ آسمان پر بلائے گا۔

---

saints, namely, those who are resurrected, and those who, living at that time, are changed in their bodies from mortality to immortality:— and secondly, when He comes from heaven with all His saints who on the occasion just mentioned have first ascended to meet him in the air." (P.149)

We must, however, bear in mind that concerning the Lord's first Comming for saints, it will be sudden and without any premonitory sign. (P.169).

اور اٹھا کر گھیر وہ اُن کے ساتھ زمین پر اترے گا۔ اور بڑی قوت اور جلال کے ساتھ اتریگا اور دنیا اس کو پہچان لیگی ؂

پہلی آمد کی آخری حد ۱۹۴۸ء ہے جس میں وہ اپنے مقدس لوگوں کے لئے آئیگا۔ اور دوسری آمد اسوقت ہوگی جب اس حیوان یعنی دجال کو باندھ کر آگ میں ڈالا جائیگا۔ اور سعادت اور خوشحالی کا ہزار واں سال شروع ہوگا۔ اور ایک نئی زمین اور نیا آسمان پیدا کیا جائیگا ؂

علامہ جے۔ بی۔ ڈمیل بی کے یہ حسابات ان کے نزدیک یقین کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اور جو امور ان حسابات کی صحت پر مُہر کرتے ہیں وہ وہ واقعات ہیں۔ جو مقررشدہ نشانوں کے مطابق اس زمانہ میں ظاہر ہوئے مثلاً یہ کہ آسمان پر سورج اور چاند میں نشان کا ظاہر ہونا ستاروں کا گرنا۔ طاعون کا پھیلنا۔ زلزلوں اور طوفانوں کا آنا۔ اور قحطوں کا پڑنا۔ حکومتوں کا ایک دوسرے پر چڑھائی کرنا۔ ایک خطرناک جنگ کا واقعہ ہونا۔ اور ٹرکی حکومت کی تباہی اور اس کا یروشلم سے نکلنا۔ اور یہودیوں کا بیت المقدس میں دوبارہ آنا۔ یہ سب وہ نشان ہیں جن کے متعلق علامہ مذکور پورے وثوق سے اعلان کرتے ہیں

We are also led to the same conclusion by other parts of scripture which represent this comming as a sudden event "as a theif in the night." ...... We must, therefore, beleive that the comming of Christ for his saints is immediately after the comple-tion of Gentile times, and before the great signs and events belonging to the great tribulation. There may be some indica-tions of the event understood by the wise . or children of light, but not of such

کہ ضرور ہے کہ ہمارے خداوند مسیح کے دوبارہ آنے کے بعد ظاہر ہوں۔ اور انکی یہ آمد
¼۱۸۹۸ سے تجاوز نہیں کر سکتی ..... یہ وہ آخری حد ہے دانیال کی اس پیشگوئی کی جس سے
پہلے پہلے چھوٹا سینگ حق تعالٰے کے مقدسوں سے انکی حکومت چھین لیگا۔ اور حق تعالٰے کی
مخالفت میں بڑے گھمنڈ کی باتیں کریگا اور ساری زمین کو لتاڑیگا۔ اور وہ اپنے رعب اور
زور میں پہلی تمام حیوانی حکومتوں سے زیادہ رعب دار اور زور آور ہوگا ؛

علامہ جے۔ بی۔ ڈمبل بی اور دیگر عیسائی علماء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ سینگ
جس نے رُومانی حکومتوں کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ سے پیدا ہونا تھا۔ دجالی حکومت ہی۔
اور اس کے ظاہر ہونے اور طاقت پکڑنے کی میعاد بھی : ہی ایک مدت ۔ مدتیں اور آدھی مدت
یعنی ۱۲۶۰ سال کا عرصہ ہے۔ اور یہ زمانہ اس وقت سے شروع ہوتا ہے۔ جب بیت المقدس
کو تباہ کرنے والا تباہ ہوگا۔ اور دائمی قربانی موقوف کیجائیگی یعنی جب۔ رومی حکومت تباہ ہوگی۔
اور بیت المقدس میں یہودی سوختنی قربانی گزارنا بند کردیں گے۔ مورخ گبن کے بیان کے مطابق
بیت المقدس مسلمانوں کے ہاتھوں سے ¾۶۳۷ میں فتح ہوا۔ اور اس تاریخ سے اگر ۱۲۶۰
کا عرصہ شمار کیا جائے۔ تو ¾۱۸۹۷ آخری حد ہوتی ہے۔ مگر علامہ جے۔ بی۔ ڈمبل
بی اس میں چھ ماہ کا فرق نکال کر اس کو ¼۱۸۹۸ ثابت کرتے ہیں۔ انکے حساب کی رو

---

a character as to alarm or have any effect upon the impenitent world. Great signs in the heaven, the sun turned into darkness, the moon into blood, the stars falling, and the power of the heaven shaken will cause "man's hearts to fail them for fear and for looking after those things which are comming upon the earth." Such signs must be–

سے یہ اس عرصہ کی آخری تاریخ ہے جس میں اس دجال کا ظہور مقدر ہے جس نے حق تعالےٰ
کے ان مقدسوں سے حکومت چھین لی تھی جن کے ہاتھ سے ازلی ابدی بادشاہت کی بنیاد پڑی۔
یہاں تک تو علامہ جے۔ بی ڈمبل بی اور دیگر عیسائی علماء اتفاق کرتے ہیں۔ مگر
اس امر کی تطبیق میں کہ وہ دجال کون ہے۔ علامہ مذکور باقی علماء سے اختلاف کرتا ہے۔ وہ روم
کے عیسائی گرجے یعنی رومن کیتھولک کو دجال قرار دیتے ہیں۔ اور اپنے حسابات کی رو سے
اسکا خاتمہ ۱۸۷۸ بتلاتے ہیں۔ جب مسیح دوبارہ آئیں گے۔ علامہ جے۔ بی۔ ڈمبل رومی
حکومت اور مسلمانوں کو دجال موعود قرار دیتا ہے۔ اور ان کے خاتمہ کا آغاز ۱۸۹۸ ۱/۴ بتلاتا
ہے جب حضرت مسیح دوبارہ آئیں گے۔ اور کہتا ہے کہ یہ باور نہیں کیا جاسکتا۔ کہ رومن کیتھولک
کے عیسائی لوگ جو ہماری طرح مسیح کو خدا مانتے ہیں۔ دجال ہو سکتے ہیں۔ چونکہ
اسلامی حکومت کا قیام اور دجال کا ظہور اور اسلامی حکومت کی دجال کے ہاتھ سے تباہی اور
مسیح موعود کی آمد اور اس کے دجالی حکومت کی خاتمہ کا آغاز۔ یہ پانچوں باتیں ایک ہی عرصہ
کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اس لئے علامہ مذکور کو اسلامی حکومت کی خستہ حالی دیکھ کر یہ کہنے کا
موقعہ مل گیا۔ کہ یہی وہ دجال تھے جن کے خاتمہ کے لئے دانیال نے ۱۲۶۰ اور ۱۲۹۰ سال کی
میعاد بتلائی تھی۔ مگر علامہ مذکور کو ایک بڑی مشکل پیش آئی جس کو وہ حل نہیں کرسکا۔ جب وہ بائبل

---

long the period of the great tribulation before which the saviour comes for His saints. (P. 264).

It must, therefore, be clear to every intelligant christian that Easter 1948 A.D., is the period when the Gentile times (غیر قوموں کی مدتیں) end and the probable period when our Lord Comes, and it is a great pity that those who have pre-

اسلام اور مسلمانوں پر مقررہ علامتیں چسپاں کرنے لگا ہے۔ تو وہ نہایت دور کی تاویلوں میں
جا پڑا ہے

مثلاً اس چھوٹے سینگ یعنے دجال کے لئے یہ مقدر تھا کہ وہ رومی حکومتوں کی دس
شاخوں کے بیچوں بیچ سے نمودار ہوتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور صحرائے قیدار
اور سلع یعنی مدینے کے پہاڑوں کی چوٹی پر سے ہوا۔ دجال کے لئے یہ مقدر تھا کہ وہ شمال
سے نمودار ہوتا۔ اور جنوب و مشرق تک پھیلتے ہوئے ساری دنیا کو لتاڑتا۔ مگر حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو عرب کے صحرا میں یسعیاہ کی پیشگوئی کے مطابق ظاہر ہوئے۔ دجال نے
حق تعالٰے کے مقدسوں سے انکی حکومت اور ان کا بیت المقدس ١٢٩٠ یعنی ١/ہ ١٨٢٨ تک
چھین لینا تھا۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے جن کو دانیال کی پیشگوئی
میں حق تعالٰے کے مقدس قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے تو رومیوں سے بیت المقدس چھینا تھا۔
دجال کے متعلق لکھا گیا تھا۔ کہ وہ حق تعالٰے کی مخالفت میں باتیں کرے گا اور انبیاء کے ساتھ
جنگ کریگا۔ اور حق تعالٰے کے مقدسوں کو ابتلا میں ڈالیگا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

viously spoken of the time of the Saviour's return did not scripturally and chronologically consider these points. That the Ancient of Days doeo come just before or at the time when the little horn is completing the length of his career, we have the words: "I beheld and the same horn made war with the saints, and prevailed against them until the Ancient of Days Come. (P. 155).

All recent translators and reliable commenta-

اور آپؐ کے ساتھیوں نے ایک خدائے قدوس کا نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔ اور تمام انبیاء کی عزت قائم کی۔ دجال ایک حیوانی بادشاہت کی صورت و شکل میں نمودار ہوتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادشاہت تو کسی طرح بھی زمینی نہ تھی۔ دجال کے متعلق لکھا گیا تھا کہ وہ (Political Beast) یعنی سیاسی حیوان ہوگا اور پالیسی سے اپنی تجارت کو فروغ دیگا اور دھوکے اور فریب سے بہتوں کو تباہ کریگا۔ اور عجیب طرح سے تباہ کریگا ؁

tors agree with the revisers. The statement of the Apostle is that Christ's Comming and our gathering togather unto Him do not take place except the falling away (ie from the right path) come first and the man of sin be revealed — the son of perdition — he that exalteth himself against all that is cutled God, or that is worshipped." Now we all can see that the apostle by these words is alluding to Dan. VII, where we have an account of the little horn. Hence there should be no defficulty in recognising that, st, Paul's "Man of Sin," the "little horn" of Dan. VII. are iden tical.... ....We further notice from St. Paul's words that this power is to be slain by the breath of the mouth of the Lord Jesus, and be brought to nought by the manifestation of His Comming. I think all this in clear and weighty

مگر اس میں سے ایک بات بھی محمدؐ رسول اللہ صلعم میں نہیں پائی جاتی۔ اور علامہ جے
بی ڈمبل بی اپنے باقی حسابات میں جس قدر صداقت کے قریب پہنچے ہیں اسی قدر دُور
وہ دجال کی علامتوں کی تطبیق میں نکل گئے اور انہوں نے بے وجہ ان علماء کو جنہوں
نے عیسائیت کو دجال قرار دیا ہے . . . . . کوسا ہے۔ مگر ساتھ ہی دبی زبان سے
ص۲۰۵ پر اس کا بھی اقرار کیا ہے کہ اگرچہ خداوند کا وہ پیغام جو مکاشفات میں
عیسائی گرجوں کے نام ہے اس میں بعض کے خلاف ضرور کچھ ہے مگر اس نے ان کو
رد نہیں کیا تو بہ کرنے اور نادم ہونے کے لئے کہا ۔

غرض علامہ جے بی۔ ڈمبل بی اور دیگر عیسائی علماء اس بات پر اتفاق کرتے
ہیں کہ دجال کا ظہور ۱۸۹۸ ½ تک از بس ضروری ہے اور اس عرصے تک وہ
مقدس لوگوں کی طاقت کو پراگندہ کر چکا ہوگا۔ اور اس زمانے کے بعد جبکہ مسیح ۱۸۹۸ء کے
ایسٹر میں نازل ہو چکے ہونگے انکے ہاتھوں دجال کی تباہی کا آغاز ہوگا۔ انیسویں صدی کے وسط اور
آخری دہاکے میں عیسائی علماء لاہوت اور ہیئت والوں کے اس اعلان نے

---

for it cannot be applied to a christ-ian church. —— In the Message of the Lord to the seven Christian Churches in Revelation, although He has something against some of them, He did not reject them, but called on them to repent of that which He discommended. (P. 205).

دجال کے متعلق جس پیشگوئی کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اسکا اردو ترجمہ یہ ہے :-

"کسی طرح سے کسی کے فریب میں نہ آنا۔ کیونکہ وہ دن (آمد ثانی کا)
نہیں آئیگا۔ جبتک کہ پہلے برگشتگی نہ ہو۔ اور وہ گناہ کا شخص یعنی ہلاکت کا

عیسائی دنیا میں ایک شور برپا کر دیا اور ان کی آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھیں اور انتظار کرنے لگیں کہ اب وہ آیا جس کے ہاتھ سے انبیاء کی آسمانی بادشاہت اپنی تکمیل کو پہنچتی ہے۔ . . . . . . مسلمانوں کے حساب سے بھی تیرھویں صدی ہجری بمطابق انیسویں صدی کا آخری دھاکہ تھا جس میں مسیح موعود نے آنا تھا بلکہ ہندوؤں کی جنتری کے حساب سے بھی اسکی آمد کا یہی زمانہ تھا۔ انیسویں صدی کے آخر میں کیا عیسائی اور کیا مسلمان اور کیا ہندو سب اپنے اپنے مسیح اور مہدی اور کلجگ اوتار کا انتظار کر رہے تھے۔ یورپ اور ایشیا پرانی اور نئی دنیا دونوں میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بنی آدم جو مدت سے ایک نجات دہندہ ابن آدم کی انتظار میں تھے بیک زبان پکار اُٹھے وہ دیکھو آنے والا قریب آ رہا ہے اور ۱۸۹۹ء کا مارچ اسکی آمد کی آخری حد ہے ضرور ہے کہ وہ اس سے پہلے پہلے یا اس سال میں آئے۔ اور اس نقارۂ خلق کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ اقرار کیا کہ ان کے سابقہ اندازے غلط تھے اور یہ حساب جو پیش کیا گیا

فرزند ظاہر نہ ہو۔ جو مخالفت کرتا ہے۔ اور ہر ایک سے جو خدا یا معبود کہلاتا ہے۔ اپنے آپ کو بڑا ٹھہراتا ہے۔ یہانتک کہ وہ خدا کے مقدس میں بیٹھ کر اپنے آپ کو خدا ظاہر کرتا ہے۔ . . . . . . اب جو چیز اسے روک رہی ہے۔ تاکہ وہ اپنے وقت پر ظاہر ہو۔ اس کو تم جانتے ہو۔ کیونکہ بے دینی کا بھید تو اب بھی تاثیر کرتا جاتا ہے۔ مگر اب ایک روکنے والا ہے۔ اور جبتک کہ وہ دور نہ کیا جائے روکے رہیگا۔ اس وقت وہ بے دین ظاہر ہوگا۔ جسے خداوند یسوع اپنے منہ کی پھونک سے ہلاک اور اپنی آمد کی تجلّی سے نیست کرے گا۔ اور جس کی آمد شیطان کی تاثیر کے موافق ہر طرح کی جھوٹی قدرت اور نشانوں اور عجیب کاموں کے ساتھ اور ہلاک ہونے والوں کے لئے ناراستی کے ہر طرح کے دھوکے کے ساتھ ہوگی ؎

(تھسلنیکیوں کے نام دوسرا خط - باب ۲)

؎ نواب صدیق حسن صاحب ۱۲۹۱ ہجری میں حجج الکرامہ تصنیف کرتے ہیں اور اسمیں لکھتے ہیں :- "بر سر مائۃ چہاردہم کہ دس سال کامل آنرا باقیست ظہور مہدی و نزول عیسیٰ صورت گرفت۔ پس ایشاں مجدد و مجتہد باشند" صفحہ ۱۳۹

ہے وہ صحیح اور یقینی ہے ؛

سنہ ۱۸۶۸ء بھی گذر گیا اور وہ جس کا انتظار کیا جا رہا تھا دنیا کی نظر میں جو کم دیکھتی ہے نہ آیا۔ اس پر تیس سال اور بھی گذر گئے اور آخری میعاد سنہ ۱۸۹۸ء اور اس کا مہینہ مارچ اور اس مہینے کی اکیسویں تاریخ بھی گذر گئی اور ابھی دنیا کے نزدیک آنے والا نہیں آیا۔ اس کے آنے کے بعد ظاہر ہونے والے نشانات ایک ایک کر کے گذرتے جا رہے ہیں۔ اور دُنیا باوجود اقرار کرنے کے کہ ان نشانوں کے ظاہر ہونے کے معنے یہ ہیں کہ وہ آچکا ہے پھر یہ خیال کئے بیٹھی ہے کہ وہ ابھی تک نہیں آیا۔ زمین نے بھی اور آسمان نے بھی انبیاء کے مقرر کردہ نشانات دکھلائے۔ سورج بھی تاریک ہُوا۔ چاند کا رنگ بھی خون آلود ہُوا[1]۔ طاعونیں بھی پڑیں۔ شدید سے شدید قحط سالیاں بھی ہوئیں۔ زلزلے بھی آئے۔ دنیا کی حیوانی حکومتوں نے ایک دوسرے پر چڑھائیاں بھی کیں اور وہ حق تعالےٰ کے مقدس جنہوں نے رومی حکومت کی بیخکنی کر کے آسمانی بادشاہت کی بنیاد ڈالی تھی وہ اس چھوٹے سینگ کے

The Rev. J. F. Macmichael, B.A., in his Greek Testament, with notes, refers to the pessage 2 Thess II. 3=4, by saying that,

"In these words of St. Paul, concerning the son of perdition, we —— have here in view the words of Daniel's prophacies respecting the little horn as the blesphenous King."

This seems to be Mohammadanism. (P. 204).

[1] کسوف وخسوف سنہ ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ ہجری رمضان کے مہینہ میں بھی پیشگوئی کے مطابق واقع ہوئے ؛

قبضے میں بھی میعاد کے اندر دے دیئے گئے اور جس دجال نے رومانی حکومت کے دس ٹکڑوں کے بیچوں بیچ ہیبت ناک صورت میں ظاہر ہو کر ساری دنیا کو لتاڑنا تھا۔ اور حق تعالےٰ کی مخالفت میں باتیں کرنی تھیں۔ اس نے حق تعالےٰ کے مقدسوں کی طاقت کو میعاد کے اندر اور ۱۸۹۸ سے پہلے پہلے منتشر و پراگندہ بھی کر دیا اور اس کے ہاتھوں حق تعالےٰ کے مقدسوں کا البقیۃ الباقیہ (عثمانی حکومت) بیت المقدس سے مقررہ میعاد کے اندر اندر خطرناک جنگ کے بعد نکال بھی دیا گیا۔ یہود بھی صیحون کی مقررہ زمین میں واپس لوٹ آئے اور اس طرح تیس سال کی وہ میعاد اپنے تمام نشانوں سمیت ۱۹۲۸ء میں گذر گئی جس کے بعد مبارک ساتواں ہزار سال شروع ہوتا تھا۔ یہ سب کچھ ہوا پر دنیا کے نزدیک ابھی تک آنے والا نہ آیا اور وہ صادق جو رات کی تاریکی اور بے خبری کے عالم میں اپنے تمام نشانوں کا پتہ دیتے ہوئے عین وقت پر قادیان کی بستی سے ظاہر ہوا اسے رد کیا گیا[1]
اور اب انکی امیدیں یاس سے بدل گئی ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی

علامہ جے۔ بی۔ ڈمبل ۔ ڈی اسی صفحہ پر بعض دیگر علماء کے حوالے دیکر کہ وہ دجال انسانی ہوگا۔ اور بہت بڑی بدعت ہوگی۔ اس کی علامتیں بیان کرکے نہایت تکلف سے انہیں بانیٔ اسلامؐ پر چسپاں کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بوجہ اس کے کہ ان پیشگوئیوں کے ظہور کا عرصہ ایک ہی ہے:-

The question was asked,
"How long shall it be to the end of these wonders?"
In reply to this,
"The man clothed in linen, who was upon the waters of the river

---

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ علی الاعلان ۱۸۹۱ء میں کیا۔

عیسائیوں کا قیاس

کوئی جسمانی آمد نہ تھی کہ وہ آسمان سے اُترتا دکھائی دیتا بلکہ ایک روحانی آمد تھی جسکے
مظاہرہ کا تماشہ اس عظیم الشان حکومت اور طاقت میں دیکھو جو عیسائیوں کو ساری
دنیا میں حاصل ہے۔ زمین کے خزانوں کی چابی ان کے ہاتھوں میں ہے۔ آگ
اور پانی اور ہوا اور آسمان کے بادلوں پر اور دنیا کی طاقتوں پر انکی حکومت ہے
خلق و فنا کے وہ مالک ہیں۔ آباد کو ویرانہ اور ویرانے کو آباد کرتے ہیں۔ یہی وہ
ازلی ابدی آسمانی بادشاہت ہے جو مسیح کے ہاتھ سے اسکی آمد ثانی کے وقت
پایۂ تکمیل کو پہنچنی تھی۔ سو وہ پورے جلال کے ساتھ روحانی طور پر آچکا ہے اور
دیکھنے سُننے والوں کے دلوں میں خلجان پیدا ہوتا ہے کہ کہیں یہ بات سچ ہی نہ ہو۔
اور مبادا وہ خیالی بادشاہت کے موہومہ امید میں خالی ہاتھ دنیا سے چل دیں۔
ان نعمتوں کو دیکھ کر جن سے تمام عیسائی حکومتیں ہر رنگ سے مالا مال ہیں اپنے نفس
سے کہتے ہیں کہ انسان کو دنیا میں اس سے بڑھ کر اور کیا جنت چاہیئے اور وہ کونسی
حکومت ہوگی جو اس حکومت سے بڑھ کر اس کے لئے تسکین و راحت کا موجب

held up his right arm into heaven, and sware by Him that it should be for time, times, and a half, (now comes the end to indicate the end) when He (the little horn) shall have accomplished to scatter the power of the holy people, all these things shall be finished. (P. 49).

As already indicated, the Millennium begins at the end

ہوسکتی ہے جو آج عیسائی لوگوں کو حاصل ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اپنی آنکھ کو کہاں
تک دھوکہ دیں۔ اہل مذہب ہزار جنت و فردوس کے وعدے دیں آج ان وعدوں
کی اس نعمت کے سامنے کچھ حقیقت نہیں جس کا انکی آنکھیں عیسائی ممالک میں بچشم
خود ملاحظہ کرتی ہیں۔ پس نہ صرف عیسائیوں ہی کا یہ دعویٰ ہے کہ مسیح کی آمد ثانی
کی پیشگوئی کے مطابق انہیں انکی چاہتی بادشاہت مل چکی بلکہ دوسروں کے دل
بھی اندر ہی اندر محسوس کر رہے ہیں کہ ہو نہ ہو عیسائیوں کا یہ دعویٰ صحیح معلوم ہوتا
ہے ؛

مگر عیسائیوں کا یہ دعوے صحیح ہوتا اور ان کی دلیل ان کے دعویٰ کو سچا ثابت
کرنے کے لئے بڑی پکی ہوتی اگر وہ یوں کہتے کہ دنیا میں ایک حیوانی بادشاہت قائم
ہونے کی پیشگوئی دانیال نے کی تھی جس نے مقدس لوگوں کی حکومت چھین کر ساری
دنیا کو لتاڑنا تھا۔ اور اللہ تعالے کی مخالفت میں بڑے گھمنڈ کی باتیں کرنی تھیں
اور دنیا میں ایک بہت بڑا ابتلاء ڈالنا تھا اور وہ یہ دیکھو قائم ہے اپنی ساری طاقتوں

of the gewish times, in 5926½ (1928½) I have been much surprised, after publishing this date in various books, to find it in "Hamilton's Hindu Chronology" which was printed in 1820. The author says, "The long-expected and blessed period (known as the Millennium) will begin in 5926. (ie 1928 A.D.) P. 234.

کے ساتھ جو حیوانی شہوات کے کامل مظاہرے ہیں اگر وہ یہ کہتے تو درست تھا لیکن
ان کا یہ کہنا کہ یہ وہ آسمانی بادشاہت ہے جس کے قائم ہونے کے متعلق جیسا کہ سارے
انبیاء علیہم السلام پیشگوئی کرتے چلے آئے ہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی کی تھی بالکل غلط
ہے کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے آسمانی بادشاہت کی منادی کرتے ہوئے بنی نوع
انسان کو دھوکے اور فریب سے بچانے کے لئے ایک معیار بھی انکے سامنے رکھ دیا تھا جس سے وہ
آسانی سے سمجھ لیں کہ قائم ہونیوالی آسمانی بادشاہت کی کیا علامت ہے اور اس میں
داخل ہونے والے لوگ کیسے ہونگے اور نہ داخل ہونے والے کیسے۔ فرماتے ہیں
میں تم سے سچ کہتا ہوں

”دولت مند کا آسمانی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے اور پھر تم سے سچ
کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند
خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ متی باب ۱۹- آیت ۲۴“

پس عیسائیوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ انہیں آسمانی بادشاہت حاصل ہو گئی اس لئے کہ

اگر دنیا کے اس انتظار اور اس کی خوشی کا صحیح اندازہ کرنا ہو۔ تو مندرجہ
ذیل کتابیں ملاحظہ ہوں :-

The New Era at Hand., The Morning Star, Things to come: Advent of the Messiah., Future Events., The Easter Questions., Down fall of Turkish Power., The Appointed Time., pp (44, 46, 48, 68, 152, 170, 199.)

نیز دیکھیں حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۵ جہاں نشانات کا ذکر کرتے ہوئے تیرہویں صدی کا
آخری دہاکہ مسیح موعود کے نزول کا بتایا گیا ہے۔ نیز ایک مشہور کتاب میں جو سنہ ۱۸۴۲ء میں تیسری بار شائع ہوئی ہے مندرجہ
ذیل الفاظ ملاحظہ کریں :-

"The Muslims in India hold among themselves that, "When all four parts of the World contain Christian inhabitants and the Christians approach the sacred territory of the Kaaba, then the people might look out for the long expected Imam"."

(Islam to Christianity by John Mouhleisen Arnold, p. 393.)

دنیا کی دولتیں انہیں دی گئیں ہیں۔ اور ان کو ساری نعمتیں مل گئیں ہیں۔ جن سے انکے پیٹوں اور انکے کانوں اور انکی آنکھوں کی شہوتیں بھرپور اور مالامال ہیں اور ساری دنیا انکے لئے ایک خوانِ نعمت بن گیا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے معیار کی رو سے ان کا یہ دعویٰ یقیناً سراسر باطل ہے اور قطعاً باور نہیں کیا جاسکتا کہ انبیاء علیہم السلام جس آسمانی بادشاہت کی منادی کرتے چلے آئے ہیں وہ یہ بادشاہت ہو جو شہوات نفسانی کے پورا کرنے میں جیفۂ دنیا کے اردگرد اس طرح منڈلا رہی ہے جس طرح کتے اور گدھیں ایک مردار کے گرداگرد اور جسکی وجہ سے بنی نوع انسان کی اکثریت بدبختیوں کی چکیوں میں پس رہی ہے۔ اور سارا جہان ان حکومتوں کی لعنت سے کراہ رہا ہے۔ انبیاء کا نصب العین ہرگز اس قسم کی حکومتیں نہیں ہوسکتا اور نہ علامہ ڈمیل بی اور اس کے ہم مذہب علماء اس بات کو اس وقت جبکہ انہوں نے اپنے حسابات کا اعلان کیا تسلیم کرتے تھے کہ یہ عیسائی حکومتیں آسمانی بادشاہت کی مظہر اور مسیح کی آمد ثانی کے قائم مقام ہیں۔ یہ تاویلیں تو عیسائی دنیا کی یاس اور ناامیدوں کا نتیجہ ہیں جو آج ان کو سوجھی ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وقت مقررہ مدت سے گزر چکا ہے اور کوئی آنے والا ان کے خیال کے مطابق نہیں آیا تو انہوں نے وقت اور علامتیں پہچان کر پھر آنکھیں بند کرلیں اور کہدیا کہ دنیا کی یہی بادشاہت ہے جو آسمانی بادشاہت کے وعدہ کے ساتھ پوری ہونی تھی ؛

آسمانی بادشاہت کیا ہے

یہاں پر یہ سوال طبعاً پیدا ہوتا ہے کہ وہ آسمانی بادشاہت کیا ہے جس کے قائم ہونے پر انبیاء کی یہ پیشگوئی پوری ہوتی ہے کہ اس دن زمین بھی نئی ہوگی اور آسمان بھی نیا ہوگا۔ قوموں کے درمیان راستی اور عدالت جاری ہوگی ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے گا اور ہر ایک کوہ اور ٹیلا نیچا کیا جائے گا۔ قاعاً صفصفاً لا تریٰ فیہا عوجاً ولا امتا۔ ایک سیدھی شاہراہ تیار ہوگی اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائینگی۔ سارے جہان کا ایک خدا ہوگا۔ اور سب بشر ایک ساتھ خداوند کا جلال دیکھیں گے وخشعت الاصوات للرحمٰن فلا تسمع الا همسا . . . . وعنت الوجوه للحی القیوم وقد خاب من حمل

شلما۔ اس دن ہر بشر خدا کی نجات دیکھے گا۔ انبیاء کی آسمانی بادشاہت کیا ہے؟ پیشتر اسکے کہ میں اس بادشاہت کا خاکہ کھینچکر بتلاؤں کہ اس آسمانی بادشاہت کی کیا نوعیت ہے اور کس کے ہاتھ سے قائم ہوئی اور کس کے ہاتھ سے اور کب اپنی تکمیل کو پہنچیگی اور آپ کے ساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ میں آپ کے سامنے انسان کی اصل حیثیت کی تھوڑی سی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں انسان کی حیثیت سمجھ کر آپکو آسمانی بادشاہت کی ماہیت سمجھنے میں کوئی مشکل نہ ہوگی اور آپ آسانی سے سمجھ لینگے کہ جس بادشاہت کے ذریعہ سے انسان کی حیثیت دنیا میں نمایاں اور کامل طور پر قائم ہوتی ہے وہی بادشاہت درحقیقت آسمانی کہلانے کی مستحق ہے۔

قرآن مجید نے انسان کی اس حیثیت کو جو اللہ تعالےٰ کیطرف سے اسکو کائنات عالم کے بالمقابل حاصل ہے باین الفاظ بیان فرمایا ہے اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون۔ وسخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض جمیعاً منہ ان فی ذٰلک لاٰیات لقوم یتفکرون (جاثیہ ۱۱) یعنی اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے لئے مسخر کیا تا اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں، اور تم اسکے فضل کو ڈھونڈو اور اسکی نعمت کی قدر کرو اور تمہارے لئے جو کچھ ان آسمانوں اور زمین میں ہے مسخر کر دیا ہے۔ اس بات میں ان لوگوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں جو سوچ بچار سے کام لیتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کائنات عالم میں انسان کی حیثیت ایک مسخر کرنے والے کی ہی ہے ہمارے زمانے میں انسان کی اس حیثیت کا مظاہرہ نہایت خوبی سے ہو رہا ہے اس نے اپنی تدبیر سے عناصر اور قوائے عالم پر قبضہ کر لیا ہے اور اپنی مرضی سے جو ان سے چاہتا ہے کام لیتا ہے اگر انسان نے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ پہاڑ اسکے راستہ سے ہٹ جائیں تو وہ ہٹ گئے اور اگر اس نے چاہا ہے کہ سمندر اس کے لئے خشکی کا کام دیں تو وہ اپنے اس ارادے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اگر اس نے ارادہ کیا ہے۔ کہ بادل اس کے حکم سے برسیں تو وہ برسے۔ اور اگر اس نے چاہا کہ ہوا کو اپنی سواری بنا کر آسمان کی ... میں پرواز کرے تو اس نے ایسا ہی کر لیا

کائنات عالم کی بجلی جیسی عظیم الشان قوتوں کو ایک ڈبیہ میں بند کرکے ان سے
حیرت انگیز کام لے رہا ہے۔ بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل کے فاصلہ پر وہ اپنی
آواز پہنچاتا اور دوسروں سے باتیں کرتا ہے اور اس طرح سارے جہان کو ایک گھر
اور ایک آنگن کردیا ہے جس خوبی کے ساتھ انسان کی مسخرانہ حیثیت آج نمایاں ہوئی ہے
وہ اس سے پہلے نہ تھی اور آج کے حالات پر قیاس کرکے اطمینان سے یہ کہا جاسکتا
ہے کہ انسان تمام کائنات کا مسخر کرنے والا ہے۔ اور قرآن مجید کا یہ اعلان سخر لکم
مافی السموٰت ومافی الارض جمیعاً منه بالکل صحیح اور درست ہے ؛

انسان کی ایک یہ امتیازی حیثیت ہے جو اس کو کائنات عالم کے مقابل پر
حاصل ہے اور اسکی ایک دوسری حیثیت ہے جو خالق کائنات کے مقابل پر اس
کے لئے مقدر کی گئی ہے اور وہ جیسا کہ قرآن مجید فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس
الا لیعبدون۔ یعنے بنی آدم کے (دونوں طبقہ) جن وانس کو اسی لئے پیدا کیا
ہے کہ وہ میرے عبد ہوں ان کا حاکم یا سردار یا بادشاہ میرے سوائے اور کوئی نہ ہو
دنیا کی ہر مخلوق ان کے قبضہ تسخیر میں رہے مگر وہ کسی کے قبضہ تسخیر میں نہ ہوں بلکہ اپنے
خالق کے ساتھ تعلق عبودیت قائم رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں اور صرف ایک خدا
کے عبد کہلائیں نہ کسی انسان یا اور مخلوق کے۔ وما خلقت الجن والانس الا
لیعبدون ؛

وہ عبودیت جس کے معنے کامل فرمانبرداری کے ہیں اور جس کا مرکز انسان کا دل
ہے۔ اس کو اللہ تعالے نے اپنے لئے مخصوص کرتے ہوئے انسان کو یہ اختیار دیا ہے
کہ وہ دنیا کی ہر ایک چیز کو مسخر کرے مگر انسان کے دلکو نہیں کیونکہ وہ صرف ایک اور
ایک خدائے قدوس کا عرش گاہ ہے۔ سوائے اسکے خالق کے انسان کے دلپر
کسی کی حکومت کا سکہ نہ بیٹھنے پائے خواہ وہ کوئی ہو حدیث میں آتا ہے قلب المرء
بین اصبعی الرحمٰن۔ انسان کا دل رحمٰن کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے یعنی کامل
تصرف اور تسلط انسان کے دلپر اگر کسی کو ہے تو وہ اللہ تعالے کی ذات کو ہے اور
اگر اس کو چھوڑ کر انسان اپنا دل کسی انسان یا دوسری مخلوق کو دیتا ہے تو وہ ظلم کرتا

اور اگر کوئی دوسرا انسان کے دل پر اپنی حکومت کا سکہ بٹھانا چاہتا ہے تو وہ بھی ظلم کرتا ہے اور انسان کی اس حیثیت میں ناجائز تصرف کرتا ہے جو اللہ تعالےٰ کے لئے مخصوص ہے انسان کا دل خدا تعالےٰ کا تخت اور تجلی گاہ ہے۔ اور اس کے لئے فیصلہ ہے کہ وہ ایک ہی خدا کے لئے مخصوص رہے کوئی باطل خدا انسان کا خدا بننے کا ارادہ نہ کرے۔ اور اسکی آزادی چھین کر اس کو محکوم نہ بنائے۔ اگر وہ ایسا کرتا ہو تو وہ ناکام و نامراد رہے گا۔ صرف ایک خدا کے ساتھ وابستگی اور اطاعت کی گرہ باندھنے کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے تا وہ دنیا میں امن و امان اور پوری آزادی اور سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ انسان دنیا میں سارے جہان کو مسخر کرنے اور صرف ایک خدا کے عبد ہونے کی حیثیت سے آیا ہے اور اس لئے نہیں آیا کہ وہ ہزاروں ہزار باطل خداؤں کا محکوم بندۂ قید و اسارت ہو کر ذلت و ادبار کی تلخیوں میں زندگی بسر کرے۔ وہ محکوم نہیں بلکہ حاکم ہونے کے لئے آیا تھا یہ صفت حاکمیت اسکی اصلی حیثیت و شان تھی !!

مگر احباب! ہوا کیا لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین۔ پیدا تو اس کو کیا تھا نہایت اعلیٰ پیدائش میں مگر ہوا یہ کہ وہ اسفل ترین مخلوق سے بھی نیچے گرا دیا گیا اور ہزاروں خداؤں کا بندہ محکوم بن گیا۔ یہ عجیب تماشہ ہوا۔ !!

جب سے بنی نوع انسان نے تاریخی حیثیت حاصل کی ہے تب سے ہم دیکھتے چلے آئے ہیں کہ بنی آدم کے دو طبقے ہیں۔ ایک طبقہ حاکمہ اور دوسرا طبقہ محکومہ طبقہ حاکمہ نے جو چند افراد پر مشتمل رہا ہے۔ باقی بنی نوع انسان کو بھیڑ بکری کی طرح استعمال کیا ہے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر۔ اور طبقہ حاکمہ ہمیشہ یہ یقین کرتا رہا ہے کہ تمام لوگ اسکی خاطر پیدا کئے گئے ہیں۔ دنیا میں ان کے رہنے کا کوئی حق نہیں مگر ایک صورت میں کہ

۱۔ وہ اس کے غلام ہو کر رہیں اور صرف اسکی خاطر +

۲۔ وہ کھیتوں میں بیلوں کی طرح دن کو بھی رات کو بھی گرمی میں بھی سردی میں بھی کام کیا کریں مگر کھیتی کی بہتات اور انکی محنتوں کے پھل سے ان کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا بیل کا

وہ مزدوری کریں اینٹیں پاتھیں۔ اور بڑی بڑی عظیم الشان عمارتیں بنائیں مگر انکے لئے وہی تنگ کوٹھڑیاں رہ گئیں جن میں وہ اپنے بال بچے سمیت سما سکیں وہ جئیں مگر اپنے جیسے غلام [illegible] تاکہ تا کم مقام ہوں۔ اس طبقہ حاکمہ نے بنی نوع انسان [illegible] اپنے کہ وہ ہمیشہ کچلے ہوئے اور انکی خدمت کی خاطر دنیا میں رہیں۔ بارہا محبیت زدہ انسانیت نے کوشش کی ہے کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کی غلامی سے آزاد ہوں مگر ہر کوشش پر مضبوط سے مضبوط زنجیروں میں انہیں [illegible] تاکہ وہ ذرا سی حرکت جو ان حاکموں کے خلاف ہو نہ کر سکیں تو انکی قید کی کڑیاں اور مضبوط ہو گئیں اور ان کے حلقے زیادہ تنگ اور انکے سروں پر غلامی کے شدائد [illegible] مقرر کئے گئے اور اب یہ سارا وقت آیا ہے کہ ان اسیروں کے منہ کے سامنے اور ان کے اردگرد توپیں نصب کرکے جہنم کی باڑ لگادی گئی ہے مبادا یہ خیال انکے سر میں کھیلے کہ ان کا بھی حق ہے کہ وہ دنیا میں آزاد ہو کر رہیں ٭

یہ کیوں ہوا۔ طبقہ حاکمہ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اس انسان کو جسے آسمانی صحیفے آزاد قرار دیتے ہیں۔ اپنی قید کی بند حصنوں میں جکڑے رکھیں؟ طبقہ حاکمہ ہمیں اس کا ایک ہی جواب دیتا ہے جو بظاہر معقول جواب ہے کہتا ہے کہ چونکہ بنی نوع انسان اپنی شہوات و جذبات نفس پر قابو نہیں رکھتے وہ بالطبع سرکش اور باغی واقع ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کی انہیں رعایت نہیں ہے۔ وہ غیروں کی کھیتی میں بے محابہ منہ ڈالتے ہیں اپنے پرائے کا انکو احساس نہیں۔ اپنی حدود سے نکل کر دوسروں کی حدود میں داخل ہوتے اور اپنے ہم جنسوں کی سلامتی اور امن کو خطرہ میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے ان سرکشوں اور باغیوں کو اپنی حدوں کے اندر قائم اور دوسروں کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ سارا انتظام حاکم و محکوم کا کیا گیا ہے ٭

یہ جواب بظاہر نہایت معقول معلوم ہوتا ہے مگر کیا ان حاکموں نے کسی وقت یہ بھی غور کیا کہ ان کے اس انتظام سے بنی نوع انسان کو اپنی حدود کے اندر کبھی ایسے طور سے بھی قائم رکھا کہ جس سے تمام خطرات زائل ہو کر پُرامن فضا پیدا ہو گئی ہو۔ اور کیا ان کا یہ طریقہ تنظیم اپنے اندر اس بات کی ضمانت و کفالت رکھتا ہے کہ . . . انسان کی سرکشیوں اور بغاوتوں

کا انسداد پورے طور پر ہو ؟

اپنے اس زمانہ کے انتظامات حکومت پر نظر ڈال کر دیکھ لو کہ کہاں تک وہ مکمل ہیں؟ اور نتیجہ کہاں تک انسان کی سرکشی کا علاج اس میں موجود ہے ؟

حکومتوں نے اپنے انتظاموں کو نہایت مستحکم کر لیا ہے انسانی جرائم کی اچھی طرح چھان بین کرکے اپنے قوانین کو کمال تک پہنچانے کی انتہائی کوشش کی ہے اور علم تشریح پر اتنی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک بڑا ہال شاید ہی ان کو سما سکے۔ انکشاف جرائم کے لئے ادق سے ادق ذرائع بہم پہنچائے ہیں یہاں تک کہ بدیوں اور جرموں کو انسان کے چہرے کے خط و خال اور اسکی آنکھوں کی رنگت اور دل کی دھڑکن میں پڑھنے کی تدبیریں بھی سوچی ہیں اور اب ایسے آلات بنانے کی فکر میں ہیں کہ جن سے انسان کے خیالات کا پتہ لگ سکے غرض جرائم کی تحقیق کا دائرہ اتنا وسیع و مکمل کر دیا ہے کہ قریب ہے کہ جرم اور بدی انسان کے اندر سے بول پڑیں پولیس اور فوج کے انتظام کو بھی ایسی ساخت پر ڈھالا ہے کہ جس سے یہ مقصد آسانی سے حاصل ہو رہا ہے کہ بنی نوع انسان مرعوب اور خوف زدہ رہیں اور حکومت نے اپنے کارکنوں کے ہاتھوں میں آتش اگلنے ہتھیار دیئے ہیں کہ مجرم سلامتی سے کہیں بھاگ ہی نہ سکے۔ بنی نوع انسان کی بدعتوں کو مضبوطی سے گرہ لگانے کے لئے جیل خانے کے انتظام کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا ہے۔ عدالتوں کی ہیئت ترکیبیہ مکمل کرکے محکمۂ قضا کو بھی انتہائی ترقی دی ہے مگر باوجود اس بڑے عظیم الشان انتظام کے نتیجہ کیا ہے؟ آیا انسان نے بہ سبب ان انتظامات مکمل کرکے انسان کی سرکشی اور باغیانہ روح کو دبا دیا ہے؟ یا یہ کہ باوجود ان انتظاموں کے اسکی بغاوت زوروں پر ہے کیا جرائم دنیا سے دور ہو گئے ہیں یا وہ بڑھ گئے ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ جسقدر یہ بشری انتظامات مضبوط ہو رہے ہیں اسی قدر مضبوط قلعہ انسانی شیطان کا ہوتا ہے جس میں وہ پناہ لیکر اپنی شیطانیت کو اور تقویت دیتا ہے۔ سچ بتلائیں کیا انسانی حکومت کے انتظاموں کا نتیجہ یہی ہوا ہے کہ انسان اپنے مجرمانہ افعال سے توبہ کرکے طہارت اور پاکیزگی کی چادر اوڑھ لیتا ہے یا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ وہ شیطان مجسم بن گیا ہے۔ اس سوال کا صحیح

جواب پولیس کے محکموں اور کچہریوں اور وکلاء کے کمروں میں جاکر دیکھیں کہ وہاں طہارت اور پاکیزگی کس خستہ حالی میں ہے اور جھوٹ اور فریب کاری اور دغابازی اور بدکاری وہاں کیا کیا قلابازیاں کھا رہی ہے۔ ہائیکورٹ کی بڑی بڑی عمارتوں میں داخل ہونے والے کا دل سہم جاتا ہے پولیس کا انتظام پُر رعب و ہیبت ہے۔ اُن کی ہتھکڑیوں کی جھنکار سراسیمہ کر رہی ہوتی ہے۔ جیل خانوں کے بند کمرے اور اسکی چکیاں بھیانک نظارہ دکھلا رہی ہوتی ہیں اور عدالت کی کرسی پر بیٹھنے والے عدل و انصاف اور وقار اور سنجیدگی متانت اور تزاہت کے مجسمے بنے ہوتے ہیں وہ اپنے اندر پوری پوری اہلیت اور قابلیت کا یقین رکھتے ہیں اور قطعاً مبالغہ نہیں ہو گا اگر میں کہوں کہ وہ اپنے آپ کو انسان کے دل کے خیال بھانپنے میں ماہر سمجھتے ہیں غرض اس قسم کی فضا ہوتی ہے ہائیکورٹ اور اسکی عدالتوں کی اور ایسی فضا میں توقع یہی ہونی چاہیئے کہ جھوٹ اور باطل میں تمیز کرکے مجرم کو سزا یاب اور بری کو بری گردانا جائے گا۔ اور حق و عدل کا بول بالا ہوگا مگر ہوتا کیا ہے؟۔

جس قدر رعب و ہیبت اور سنجیدگی اور وقار عدالت کی کرسیوں سے ظاہر ہو رہا ہوتا ہے اسی قدر سنجیدگی اور وقار اور پوری متانت اختیار کرتے ہوئے نڈر ہو کر ایک مجرم انکار کرتا ہے کہ وہ ملزم نہیں اور شہادتیں گذار کر وکلاء کی مدد سے بری کو ملزم قرار دیتا ہُوا عدالت کی ہتھکڑیوں اور حکومت کے جیل خانوں اور اسکی عدالت کے انتظاموں پر ہنستے ہوئے اپنے آپ کو قوانین کی تمام گرفتوں سے آزاد کرتا اور جرائم کے مرغزار میں کھلے بندوں پھرتا ہے اور حکومت کا کوئی پہرے دار اس کے دل کی کھڑکیوں میں داخل نہیں ہو سکتا +

یہ ہمارا زمانہ ہمارے لئے ایک بہت بڑی درسگاہ بن گیا ہے اور اس کے گوناگوں نظاروں میں عبرت ہی عبرت ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے انسان کو روئے زمین کی طاقت دے کر اس سے یہ کہا ہے کہ جا انسان تو ان ساری طاقتوں کے گھمنڈ پر دنیا میں حکومت کر اور اپنا زور آزما کہ تجھے انسان کے دل پر قابو حاصل ہو اور پھر دیکھ کہ آیا یہ دل جس کے متعلق ازل سے یہ مقدر ہو چکا ہے کہ اس پر سوائے اسکے خالق کی حکومت

کے کسی اور کی حکومت کا سکہ نہ بیٹھے اور اسکی سرکشی اور بغاوت نہ مٹے جبتک کہ اسکا دل
خدا تعالے کی تجلی گاہ نہ بنے اجلب علیھم بخیلك و رجلك اپنے شہسوار اور
پیادے لے کر اس پر ٹوٹ پڑ اور پھر دیکھ کہ تیری حکومت اُن کے دلوں پر قائم ہوتی ہے
یا نہیں اور کیا تیری تدبیر سے انسان کی سرکشی مٹ سکتی ہے؟ اِنّ عبادی لیس
لك علیھم سلطان۔ میرے بندوں پر کسی سرکش سے سرکش ہستی کا بھی تسلط نہیں ہو سکتا۔
ہر دفعہ کہ انسانی حکومت نے یہ کوشش کی کہ انسان کے دل پر قابو پالے ہر دفعہ وہ
ناکامیاب ہوئی مگر جو ناکامیابی اسے آج نصیب ہوئی ہے اس سے پہلے اسے کبھی
نصیب نہیں ہوئی تھی۔ بیشک اس سے پہلے بشری حکومتوں نے انسانوں پر بڑی بڑی
سختیاں ڈھائی ہیں۔ نوکدار چبھنے والے لوہے کے کانٹوں کے پنجروں میں اس کو بند کیا
ہے۔ درندوں کے سامنے ڈالا ہے جانوروں سے اس کو نچوایا ہے۔ اُبلتے ہوئے تیل
کے کڑاہوں میں اسے زندہ ڈبویا ہے آگ کی خندقوں میں اسے جلایا ہے مگر باوجود
ان سب درندگیوں کے انسان کے دل پر اسے قابو حاصل نہیں ہوا۔ ایسا ہی آج بھی اس
قسم کے وحشی ذریعوں کے علاوہ لطیف در لطیف تدبیریں بھی انسانی حکومتیں اختیار کر
چکی ہیں اور جہاں وہ دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو مسخر کرنے میں کامیاب ہوئیں
وہاں انسان کو زیر کرنے میں ناکام رہیں۔ اور انسان کا دل اُن کے قبضۂ قدرت میں
نہ آیا وہ اسی طرح باغی اور سرکش ہے جیسے پہلے تھا بلکہ پہلے سے بھی زیادہ۔ کیا یہ نظارہ
اس بات کی دلیل نہیں کہ قلب المرء بین اصبعی الرحمان۔ انسان کا دل رحمان کی
انگلیوں کے درمیان حد اعتدال پر ٹھہر سکتا ہے۔ اور اس کا دل اسی ایک خدا کا تخت
حکومت ہے۔ کسی دوسرے کا نہیں۔ یقیناً یقیناً ایک ہی ذات ہے جسکو قہاریت کی صفت حاصل
ہے یعنی یہ کہ دل اس کے سامنے جھک جائیں اور کوئی کجی باقی نہ رہے۔ جب تک انسان
کی گردن خدائے قہار کے سامنے نہیں جھکتی نہ اسکی سرکشی ٹوٹتی ہے اور نہ بغاوت ؎
یہ حقیقت اور بھی زیادہ منکشف ہوتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ ان بشری حکومتوں کے
مقابل پر ہر زمانہ میں ایک چھوٹی سی حکومت انبیاء علیہم السلام کی بھی قائم ہوتی ہے جسے بشری
حکومتیں نہایت حقارت اور ہنسی سے دیکھتی ہیں اور جس میں داخل ہونے والے بھی

دنیاوی حیثیت سے معمولی انسان ہوتے ہیں اور جن میں نہ فوج ہے نہ اشتعال ۔ نہ پولیس
پہرہ اور نہ ظاہری عدالتوں کی کرسیاں بے سروسامانی کا پورا پورا سامان خوف و رعب
پیدا کرنے کے جو جو ذرائع اور وسائل بشری حکومتوں کے پاس ہیں ۔ انبیاء کی حکومت
میں ان میں سے کچھ بھی نہیں ۔ مگر باوجود اس تہی دستی اور فقر و فاقہ کے یہ حالت ہوتی ہے
کہ انبیاء کی حکومت میں داخل ہونے والے انسانوں کے دل طہارت اور تقویٰ سے لبریز
اور ان کے نفس کی سرکشی و بغاوت ایسی ٹھنڈی پڑی ہوتی ہے جیسے کہ کسی نے انہیں
شربت کافوری پلا دیا ہے بغیر کسی ظاہری ڈنڈے کے ۔ ۔ ۔
قدم صراط مستقیم پر پڑتے ہیں وہ اپنی اپنی حدود میں اسی طرح چکر لگاتے ہیں جس طرح آسمان
کے کواکب اپنے محوروں پر ۔ حالانکہ اس سے قبل کہ وہ انبیاء کی حکومت میں داخل ہوں ان کی
نفسانی شہوات میں سرکشی اور بغاوت ویسی تھی جیسی کہ دوسروں میں ÷

مگر جونہی کہ وہ انبیاء کی حکومت میں داخل ہونے پر ان کا رابطہ نیت اور اطاعت
اللہ تعالیٰ سے پیدا ہوتا ہے ۔ اور اُن کا دل خدا تعالیٰ کا عرش ٹھہرتا ہے اسی
وقت ایک آن میں پاکیزگی کی رو بجلی کی طرح سارے اعضا میں سرایت کرتی ہے
جیسے کہ انکا وجود اس سے پہلے بیٹری کا بے حس و حرکت صندوقچہ تھا اور خدا تعالیٰ
نے بجلی کی تار سا کام دیا جس کی پیوستگی سے جسم کا ایک ایک ریشہ اور ذرہ ذرہ
مکھرب اور متاثر ہے ۔

جس خوبی اور وضاحت سے انسان کی فطرت انبیاء کی حکومت میں داخل ہو کر
تقویٰ اور طہارت کو مکمل جواب دیتی ہے وہ آپ ہی اپنی مثال ہے ۔ خدا تعالیٰ کے
ساتھ پیوند پکڑ کر انسان کی فطرت میں غیر ممکن ہے کہ گناہ اور جرم کا ذرہ سا شائبہ بھی
باقی رہے اس کا پیوست جراثیم گناہ کو ایک آگ کی طرح بھسم کر دیتا ہے اور اسکی محبت
کا پانی طہارت اور پاکیزگی کی آبپاشی کرکے انسان کی فطرت کو نئی زندگی بخشتا
ہے ÷

جب سے ہماری دنیا کا تاریخی سلسلہ چلا ہے اس وقت سے بشری حکومتوں
کے پہلو بہ پہلو انبیاء کی ایک حکومت قائم ہوتی رہی ہے اور جس طرح بشری حکومتیں

باوجود ظاہری ساز وسامانوں کے انسان کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑ کر بھی اس کی
سرکشی اور بغاوت کو فرو کرنے میں ناکامیاب ہوئیں اسی قدر کامیاب انبیاء کی
چھوٹی اور حقیر سی حکومت ہوئی جس نے انسان کی سرکشی و بغاوت کو ایک آن میں
فرو کرکے دکھلا دیا۔ کہ انسان کا دل کس کی حکومت کا قائل ہے فطرۃ اللہ التی فطر
الناس علیہا لاتبدیل لخلق اللہ ذٰلک الدین القیم ولکن اکثر الناس
لا یعلمون۔ یہی وہ اللہ تعالےٰ کی فطرت ہے جس پر تمام لوگوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی
اس پیدائش کو تبدیل نہ کرو یہ کبھی تبدیل نہیں ہو سکتی اور یہ کہ انسان اللہ ہی کا عبد ہے
اور کسی دوسرے کا نہیں ۔ یہ وہ صحیح اور مستقیم دین ہے جو ہمیشہ کے لئے دنیا میں
قائم رہنے والا ہے مگر بہت سے لوگ علم نہیں رکھتے ؂

احباب یہ دونوں نظارے ہمارے لئے منفی اور مثبت شہادتیں ہیں یہ بات
ثابت کرنے کے لئے کہ انسان کی فطرت کا کیا تقاضا ہے اور خدا تعالےٰ کی پر حکمت
کتاب قرآن مجید کا یہ اعلان وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کہاں
تک حقیقت پر مبنی ہے۔ انسان کا دل اور اسکی فطرت . . . . صرف ایک ہی
حکومت کو اپنی عبودیت کا جواب کامل طور پر دے سکتی ہیں۔ اور انسان فخر
اپنے خالق کی عبودیت کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر اطمینان کا سانس لے سکتا ہے۔ اور اس
کے جوئے کو پھینک کر وہ اسفل السافلین بدتر جا ہستیوں سے بھی نیچے گر جاتا ہے حنفاء
للہ غیر مشرکین بہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر
او تھوی بہ الریح من مکان سحیق۔ (الحج رکوع ۴) سیدھے اللہ کے لئے جھکو اسکی
عبودیت میں کسی حکومت کو شریک نہ بناؤ جو ایسا کرے گا تو وہ گویا آسمان کی بلندی سے
نیچے گر گیا۔ پھر کیا ہے پرندے اس کو اچک کر لے جاتے ہیں یا ہوا کے جھونکے یعنی اپنے نفس
کی شہوات اس کو نہایت دور کے گڑھے میں پھینک دیتے ہیں۔ خدا تعالےٰ سے تعلق لگا کر اور
اس کی حکومت میں داخل ہو کر انسان تمام دوسری حکومتوں سے آزادی حاصل کرتا اور ایک نہایت
ہی بلند مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے اور جونہی کہ اسنے خدا تعالیٰ کی حکومت سے سر پھیرا وہیں وہ اپنے
بلند مقام سے گرا پھر کیا ہے۔ انسان کی حکومت کا ڈنڈا اسکی گردن پر بری طرح سوار

ہوتا ہے ... شیطان کا بھوت اسے تو ادا اور خستہ حال رکھتا ہے انسان کے لئے صرف دو راہیں ہیں یا اپنے جیسے انسانوں کی ڈنڈا باندھی کی حکومت یا یہ کہ انبیاء کی حکومت جن میں دل کا تعلق خدا تعالیٰ کے ساتھ قائم ہو کر اسکا قدم صراط مستقیم پر پڑتا ہے۔ ان دو راہوں میں سے خود سوچ لو کہ کونسی راہ انسان کو اعلیٰ مقام پر کھڑا کرتی ہے۔

جس خوبی اور وضاحت کے ساتھ آج ہمارے زمانہ میں انسان کی یہ حیثیت آشکار ہو چکی ہے کہ وہ کائنات عالم کو مسخر کرنے والا ہے۔ اسی قدر خوبی و وضاحت کے ساتھ یہ حقیقت بھی منکشف ہو گئی ہے کہ انسان کی سرکشی اور بغاوت کو حقیقی طور پر مٹانے کا ایک ہی گر ہے اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالیٰ کی عبودیت میں آجائے اس عبودیت کا خفیف سا تعلق بھی انسان کی بغاوت کو فرو کرنے اور انسان کی فطرت کو صیقل دینے میں ان طوقوں سے ہزار ہا درجے بڑھ کر مؤثر ہے جو انسان کے ہاتھوں سے انسان کی گردن میں ڈالے جاتے ہیں یہ حقیقت جیسا کہ ہر زمانے میں منکشف ہوتی چلی آئی ہے آج ہمارے اس موجودہ زمانے میں بھی اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوئی ہے۔ اور جس آسمانی بادشاہت کے قائم ہونے کی پیشگوئی انبیاء علیہم السلام مدت مدید سے کرتے چلے آئے ہیں اس کا تعلق بھی انسان کے اس فطرتی تقاضا کے ساتھ ہے جو اپنی توجہیت میں ربانی اور الٰہی ہے اور اس بادشاہت کی تجلی گاہ انسان کا وہ دل ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی حکومت کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اور اس آسمانی بادشاہت کی داغ بیل کامل طور پر محمد مصطفیٰؐ کے مبارک ہاتھوں سے پڑی اور اسی کی تکمیل مسیح موعود کے ہاتھوں سے ہمارے زمانے میں شکستہ رنگی میں ہیں۔ آج ہم اپنے مسیح موعود کے ہاتھ سے ہی ایک نئے آسمان اور نئی زمین کے تیار ہونا پھر اسی طرح پر ہوگا۔ یعنی کہ انبیاء سے شدہ ہوا اور ... ہم سے وعدہ دیا گیا ہے ...

اور اللہ تعالیٰ اپنے کلام قرآن مجید میں اپنے اس وعدے کے پورا ہونے کا ہمیں یقین دلاتا ہے فرماتا ہے وقد مکروا مکرهم وعند اللہ مکرهم وان کان مکرهم لتزول منه الجبال فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ

ان اللہ عزیز ذو انتقام یوم تبدل الارض غیر الارض والسمٰوٰت و
برزوا للہ الواحد القہار (سورۃ ابراہیم) وہ سب تدبیریں اور حیلے کر چکے
اور اللہ جانتا ہے کہ انہوں نے کیا کیا تدبیریں کیں۔ انہوں نے وہ تدبیریں کیں
کہ پہاڑ بھی ٹل گئے دیگر انسان اپنی سرکشی سے نہ ٹلا۔ سو خیال کرو کہ اللہ اپنے
اس وعدے کی خلاف ورزی کرے گا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا۔ اللہ تعالیٰ کی
صفات کو ہی غلبہ ہوگا۔ وہ انسان کی سرکشی کا اس سے انتقام لے گا۔ اس دن نئی زمین
ہوگی اور نئے آسمان۔ اور یہ انسان اپنے حجابوں سے باہر نکل کر ایک اللہ کے سامنے کھڑے
ہو جائیں گے جو قہار ہے۔ دل جس کے سامنے جھکتے ہیں۔

یہ آیت میرے مضمون کا اصل عنوان ہے جس پر آج میں اپنے خیالات کا اظہار
کرنا چاہتا ہوں اور اس کو میں اب شروع کرتا ہوں ٭

جس طرح آج کا زمانہ اپنے اندر یہ امتیازی نشان رکھتا ہے کہ انسان میں مسخر
کرنے والی حیثیت اس میں نمایاں ہے اور یہ کہ اس میں لوگوں کو ایک آنے والے کی شدید
انتظار ہے کہ جو انسان کی دوسری حیثیت کو جو اسکو اسکے خالق کے مقابل پر حاصل ہے
نمایاں کر کے انبیاء کی آسمانی بادشاہت کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دے اسی طرح محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا امتیازی نشان یہ تھا کہ اس میں بنی
آدم انسان کی تسخیر کا شکار ہو کر عذاب الیم میں مبتلا تھے بلکہ دنیا میں جو بھی طریقے
تسخیر انسان کے خیال و وہم میں آسکتے ہیں ان تسخیروں میں انسانوں کی گردنیں اس
وقت پڑی ہوئی تھیں۔ انسان کی آزادی کو کچلنے والی بد رسومات اور عادات کا
کچھ نہ پوچھئے کہ وہ کیا کیا تھیں۔ سینکڑوں تھیں اور ایک بلائے عظیم کی طرح انسانوں
کو چمٹی ہوئی تھیں محمد رسول اللہ صلعم کا زمانہ وہ تاریک زمانہ تھا کہ جس میں انسان غلامی
کی بدترین قیدوں میں جکڑا ہوا تھا۔ ایک خدا نہیں بلکہ ہزاروں خداؤں کے بھوت
اس کے سر پر سوار تھے۔ چاند اور سورج اس کے خدا تھے۔ آسمان کے ستارے اس
کے خدا تھے۔ بادل اور اس کی گرجیں اور بجلی کی چمک اور اس کی کڑکیں ایک ایک کر کے
اس کے لئے ڈراونے خدا بنے ہوئے تھے۔ جن کے سامنے وہ بے اختیار سجدے

[illegible] تا اور ان کے شر سے پناہ مانگتا تھا۔ بھوت پریت آگ اور خدا تھیں۔ اور ہوا کا ایک
جھونکا اس کے بدن پر لرزہ ڈالنے کے لئے کافی ہوتا۔ دریا اور پہاڑ اس کے خدا تھے
درختوں کا ایک ایک پتہ اور میدان کا ایک ایک پتھر اس کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا
اسکے پیچھے ایک ایک خدا چھپا بیٹھا ہے جس کے غضب سے اس کو نجات نہیں مل سکتی جب تک
کہ اسکی منت و سماجت نہ کر لے۔ آسمان کی ساری فضا اس کے لئے بھوتوں سے آباد
تھی جن کے سامنے وہ نذرانے چڑھاتا تھا۔ اور اس کے لئے اپنے دماغ کے
خیالات بھی خدا اور باہر کی کھلی فضا بھی خدا ہی خدا۔ اور ان سب خداؤں سے
نہایت بے رحم اور بے درد و بے مہر ایک انسانی خداوند اور تھا۔ جو بری طرح اس کو
اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھا۔ اور حیرت کی نگاہ سے دیکھنے والے کہتے
What man has made of man? انسان نے انسان کو
کیا بنا دیا۔ وہ ذات جو اشرف المخلوقات کی حیثیت رکھتی تھی اور جس نے کائنات
عالم کو مسخر کرنا تھا۔ وہ خود اپنے جیسے انسان کے ہاتھوں مسخر ہو گیا۔ محمد رسول اللہ
صلعم کا زمانہ انسانی غلامی کی ایک نہایت بھیانک تصویر تھی۔ ایک ایک انسان
کے پاس ہزاروں کی تعداد میں غلام تھے۔ اور انکی حیثیت یہ تھی کہ بھیڑ بکری گائے بیل
سے کام لیتے ہوئے یا ان کو مارتے پیٹتے تو انسان کے دلمیں یہ احساس پیدا ہوتا ہوگا
کہ میری طرح درد و الم کا احساس اس کو بھی ہے۔ مگر غلاموں سے کام لیتے ہوئے اور انکو
سزا دیتے ہوئے قطعاً یہ احساس نہ ہوتا کہ یہ میری طرح کا انسان ہے جو تھکتا بھی ہے
اور درد کا احساس بھی رکھتا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل۔ وہ حیوانوں
جیسے تھے بلکہ ان سے بھی گئے گذرے۔ اگر انسانی غلامی کی روح فرسا داستانیں پڑھنی
ہوں تو محمد رسول اللہ صلعم کے زمانے سے پہلے شروع کرو اور اسکی دردانگیز کہانی کا
آخری صفحہ محمد رسول اللہ کے زمانے میں ختم کرو آپ کو علم ہو جائے گا۔ کہ اس وقت انسان
نے انسان کو کیا بنا دیا تھا۔ اور پھر محمد رسول اللہ نے اسے آ کر کیا بنانا چاہا۔ عین اسوقت
کہ جب انسان بدتر سے بدترین غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اور لوگوں کو اس بات
کی اسی طرح شدید انتظار تھی جس طرح آج ہے کہ انسانوں کا نجات دہندہ آ رہا ہے

جس کے ہاتھوں آسمانی بادشاہت کی عمارت قائم ہونے والی ہے ارض وسما کے خدا نے محمد رسول اللہ صلعم کی زبان سے بنی نوع انسان کو بایں الفاظ مخاطب فرمایا۔ الرسول النبیّ الامّی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ الخ یعنی یہ وہی نبی ہے جسکی پیشگوئی توریت میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔[۲۲] یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم۔ اور بنی نوع انسان سے اُن کے بوجھ اُتار دے گا۔ اور وہ طوق اور بیڑیاں جو ان کے لئے وبال جان بن رہی ہیں انہیں توڑ کر بنی نوع انسان کو آزاد کر دے گا۔ انہی آیات میں محمد رسول اللہ صلعم کو مخاطب کرکے فرمایا۔ قل انّی رسول اللہ الیکم جمیعًا الخ اعلان کردو کہ میں اللہ کا رسول ہوں جسکی بادشاہت جیسے آسمانوں میں ہے زمین میں بھی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے پس اس ایک خدا کو مان کر اور اس رسول سے تعلق عقیدت پیدا کرکے امن اور سلامتی کو ڈھونڈو۔ النبیّ الامّی* یہ وہی نبی ہے۔ جس کے متعلق یہ پیشگوئی ہے کہ وہ صفات محمودہ کو اپنے اندر جمع کرنے والا ہوگا۔ اور اسکے ذریعہ سے تمام قومیں ایک دین واحد پر اکٹھی ہونگی۔ اس نبی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اب انسانوں کی آزادی کا وقت آچکا ہے۔ اب کوئی کسی کو غلام بنانے کا ارادہ نہ کرے فرماتا ہے یا معشر الجنّ قد استکثرتم من الانس۔ وقال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجّلت لنا قال النار مثوٰکم خٰلدین فیھا الّا ماشاء اللہ۔ انّ ربّک حکیمٌ علیمٌ ۰ وکذٰلک نولّی بعض الظٰلمین بعضًا بما کانوا یکسبون ۰ (انعام ۱۵۶) اے جنوں کی جماعت۔ قد استکثرتم من الانس۔ بس کرو تم انسانوں سے بہت فائدہ اُٹھا چکے۔ قد عربی زبان میں انتہائی حد اور ختم ہونے پر دلالت کرتا ہے اور حسبک کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے

---

* الامّ لکل شئ ھو المجمع والمنضم۔ یعنی جہاں سب چیزیں جمع کی جائیں اور اکٹھی ہوں۔ آنحضرتؐ کے متعلق یہ پیشگوئی ہے کہ اس نبی کا نام محمدؐ ہوگا۔ اور نیز یہ کہ ساری قومیں اسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی ازلی ابدی بادشاہت میں داخل ہونگی +

اس لئے یہاں اس کا صحیح مفہوم یہی ہے۔ تم نے حد کر دی ہے تم انسانوں سے بہت فائدہ اٹھا چکے ہو۔ اب بس کرو۔ انسانوں میں جنوں کے جو دوست و مددگار تھے انہوں نے کہا۔ ربنا استمتع بعضنا ببعض۔ ہم نے ایک دوسرے سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ان حاکموں کے طفیل ہماری بیت بھی قائم ہے و بلغنا اجلنا الذی اجلت لنا اور اب ہم اس میعاد کو پہنچ گئے ہیں۔ جو تو نے ہماری نجات کے لئے مقرر کی تھی۔ قال النار مثوٰىكم فرمایا آگ تمہارا ٹھکانا ہے۔ خالدین اس میں ہمیشہ رہو گے الّا ماشآء اللہ سوائے اسکے کہ اللہ تعالےٰ چاہے۔ انّ ربّك حکیمٌ علیمٌ ٥ تیرا رب حکیم اور علیم ہے۔ وکذٰلك نولّی بعض الظالمین بعضا بما کانوا یکسبون یہ غلامی کی لعنت درحقیقت انکی اپنی کرتوت کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے خدا تعالےٰ کی عبودیت کا جوا اپنی گردن سے پھینکا اور اس طرح ظلم کیا۔ پس ظالموں کے حاکم ہم ظالم ہی بناتے ہیں

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے دو طبقوں کو مخاطب کیا ہے ایک طبقہ حاکمہ جن کو جن کے نام سے موسوم کیا گیا ہے اور ایک طبقہ محکومہ جنکو انس کے نام سے۔ یہ امر کہ آیا یہاں جن سے مراد وہ حاکم ہیں جو بنی نوع انسان کو اپنا مال و متاع سمجھتے اور انہیں اپنا آلہ کار بنائے بیٹھے ہیں۔ اور انس سے مراد محکوم لوگ ہیں۔ قرآن مجید کی اس آیت کے آخری حصہ سے واضح ہے جہاں فرماتا ہے۔ کذٰلك نولّی بعض الظالمین بعضًا۔ اسی طرح ہم ان ظالموں میں سے بعضوں کو حاکم اور بعضوں کو ان کا محکوم بناتے ہیں بوجہ انکی کرتوت کے۔ آیت کا آخری حصہ بتلاتا ہے۔ کہ شروع آیت میں جن لوگوں کو جن کے نام سے مخاطب کیا گیا ہے وہ درحقیقت یہی بنی نوع انسان ہیں جو ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ ان الشرك لظلمٌ عظیم۔ شرک۔ یعنی ایک خدائے واحد ولاشریک کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا خدا یا حاکم سمجھنا بہت بڑا ظلم ہے۔ انسان کا دل تو خدا تعالےٰ کا عرش گاہ تھا۔ اور اس کا اصل حاکم ان کا خالق ہی تھا۔ وہ اس کو چھوڑ کر ایک بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں۔

قرآن مجید جہاں الظالم یا الظلمین کا مطلق ذکر کرتا ہے۔ وہاں شرک کے معنے ہوتے ہیں۔ پس آیت کا یہ مفہوم ٹھہرا۔ انسانوں نے اپنے ایک خدائے قدوس کو چھوڑ کر ظلم کیا اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ ظالموں کے حاکم بھی ظالم ہی ہوئے ؂

(جن و انس کی اصطلاح در قرآن — ایڈیٹر)

اس جگہ آپ اپنی اپنی جگہ غور فرمائیں اور دیکھیں کہ جب انسان کے دل کی وابستگی اسکے اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے اور اس کے سوا وہ کسی اور کو اپنا حاکم یقین نہیں کرتا۔ اپنی عبودیت کا اقرار محض اس کے لئے مخصوص رکھتا ہے۔ تو کیا اس کو اپنے حدود میں رہنے اور صراط مستقیم پر قدم رکھنے کے لئے کسی اور حاکم کے ڈنڈے کی ضرورت رہتی ہے۔ آپ یقیناً اس فیصلہ پر پہنچیں گے۔ کہ ہرگز نہیں ۔ خدا تعالے کے ساتھ تعلق مضبوط کر کے وہ تمام بشری حکومتوں سے حقیقی معنوں میں آزاد ہو جاتا ہے۔ . . . . حاکموں کے ڈنڈوں کی اسوقت ضرورت پیش آتی ہے۔ جب وہ اپنا رابطۂ اطاعت اپنے خالق سے کاٹ کر باغی بنتا اور دوسروں کے حدود میں بے دریغ داخل ہوتا ہے پس یہی مفہوم ہے اس آیت کا وکذالک نولی بعض الظالمین بعضاً بما کانوا یکسبون۔ ان ظالموں کے حاکم بھی ظالم ہی بنائے جاتے ہیں۔ اس آیت میں حاکموں کو بھی ظالم قرار دیا ہے اس لئے کہ بجائے اسکے کہ وہ بنی نوع انسان کی بغاوت اور سرکشی کا ازدیاد کم کرتے اور انسان کا دل جو محض اپنے خالق کی حکومت کا عرش گاہ تھا اسپر خدا تعالے کی حکومت قائم کرنے کی راہ اختیار کرتے وہ اس دلکو ناحق اپنا تخت گاہ سمجھ کر انکی گردنوں پر سوار ہو بیٹھے ہیں اور انہوں نے انسان کو بری طرح غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہے وانہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن فزادھم رھقا (جن ٦) انسانوں میں سے بہت سے مرد جن مردوں کی پناہ پکڑتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان جنوں نے انکو اور ذلیل و نکما بدکاریوں میں مبتلا کر کے ان کی حالت ابتر کر دی۔ بنی نوع انسان کی بغاوت اور سرکشی انکی حکومت سے کسی طرح کم نہ ہوئی بلکہ بڑھ گئی۔ یہاں بھی جن مردوں سے مراد طبقۂ حاکمہ ہے اور جن کا لفظ عربی زبان میں وسیع معنوں میں استعمال ہوا کرتا تھا ہماری زبان میں آکر اس لفظ نے محدود معنی اختیار کر لئے ہیں ورنہ قدیم عرب تو کثرت سے اس کو جس طرح ملائکہ وغیرہ جیسی غیر مرئی کائنات اور شیطان کے ساتھیوں پر اس کا اطلاق کرتے تھے۔ اسی طرح لفظ جن کو بڑے لوگوں کے لئے بھی استعمال کیا کرتے تھے جیسے جنان الجبال (پہاڑوں کے جن) سے مراد

شریر انسان سمجھے گئے ہیں۔ جو پہاڑوں سے اُتر کر لوگوں پر یلغار بولا کرتے تھے۔ اور
قرآن مجید نے ایک دو مقام پر جن کے لفظ کو فرشتوں اور ناری مخلوق کے معنوں
میں استعمال کیا ہے اور اس سے وہ مخلوق بھی مراد لی ہے جو بنی نوع انسان سے پہلے زمین
پر آباد تھی۔ مگر باقی مقامات میں لفظ جن کو انس یا ناس کے مقابل پر رکھ کر اس سے
مراد طبقہ حاکمہ اور بڑے بڑے لوگ لئے ہیں۔ اور کلام اللہ نے لفظ جن کا استعمال ان
معنوں میں اس کثرت سے کیا ہے۔ کہ بغیر ادنیٰ تردد کے بلکہ پورے وثوق اور یقین سے یہ کہا
جا سکتا ہے۔ کہ گویا اسکی یہ اصطلاح ہو چکی ہے کہ جب بھی وہ جن و انس کو اکٹھا استعمال
کرتا ہے تو اس سے مراد بنی آدم کے دو طبقے ہوتے ہیں۔ طبقہ حاکمہ اور طبقہ محکومہ
چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۃ اعراف رکوع چار میں بنی نوع آدم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا
ہے یٰبنی آدم اِمّا یأتینّکم رسلٌ منکم یقصّون علیکم الخ اے آدم کے
بیٹو تمہارے پاس رسول تم میں سے آیا کرینگے جو میرے احکام تمہارے سامنے پڑھا کرینگے
جس نے تقوے سے کام لیا اور اپنی اصلاح کی انہیں کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔ اور
جنہوں نے جھٹلایا اور تکبر سے کام لیا وہ آگ کے مستحق ہونگے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے
موت کے وقت پیام اجل لانے والے اُن سے پوچھیں گے کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تم
اللہ کے ساتھ پکارا کرتے تھے۔ کہیں گے وہ تو اب غائب ہو گئے۔ وہ اپنے کفر کا اقرار
کریں گے قال ادخلوا فی اُممٍ قد خلت من قبلکم من الجن والانس فی
النار۔ اُن سے کہیگا.... جاؤ تم بھی آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جن و انس کی ان امتوں کے
ساتھ جو تم سے پہلے گذر چکیں۔ اس آیت میں بنی آدم کو مخاطب کرتے ہوئے انکی تقسیم
جو کی ہے وہ جن و انس کے لفظ کے ساتھ کی ہے۔ اس کے بعد معاً فرماتا ہے۔ کلّما
دخلت امّۃ لعنت اختہا حتّی اذا ادّارکوا فیہا جمیعًا۔ یہاں تک وہ اس
آگ میں اکٹھے ہو جائینگے قالت اخرٰہم لاولٰہم ربّنا ہٰؤلاء اضلّونا
فاٰتہم عذابًا ضعفًا من النّار۔ ان میں سے پچھلے پہلوں کے متعلق کہینگے اے رب
انہوں نے ہمیں گمراہ کیا انہیں دگنی سزا دے۔ قال لکلٍّ ضعفٌ ولٰکن لاتعلمون
ہر ایک فریق کو دگنی سزا مل رہی ہے مگر تمہیں علم نہیں۔ وقالت اولٰہم لاخرٰہم

فما کان لکم علینا من فضل فذوقوا العذاب بما کنتم تکسبون۔ پہلے پچھلوں سے کہیں گے تمہیں ہم پر کوئی ترجیح نہیں تم سب اپنے کیئے کی سزا بھگتو +
اس آیت میں جہاں بنی آدم کے دو طبقوں کا ذکر جن وانس سے کیا ہے وہاں ایک گروہ نے دوسرے کو گمراہ کرنے والا ٹھہرا کر دگنی سزا کا مطالبہ کیا ہے جس کے جواب میں دونوں کو ایک سا مجرم قرار دیا ہے اور دونوں کی سزا دگنی بتلائی ہے +
یہی مضمون قرآن مجید ایک اور جگہ (سورۃ احزاب رکوع ۸ آیت میں یوں بیان فرماتا ہے ان اللہ لعن الکافرین واعد لھم سعیرًا خالدین فیھا ابدًا ولا یجدون ولیًّا ولا نصیرا۔ یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا۔ وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیلا۔ ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنًا کبیرًا۔
یعنی اللہ تعالٰے نے اپنے منکروں کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا ہے اور انکے لئے ایک بڑی جلن تیار کی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کوئی دوست و مددگار نہیں پائیں گے جبکہ وہ آگ میں اپنے منہ کے بل اوندھے کئے جائیں گے۔ کہیں گے اے کاش کہ ہم نے اللہ اور رسول کی بات مانی ہوتی اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنی سرداروں اور بڑوں کی اتباع کی اور انہوں نے ہمیں صحیح راستے سے بہکائے رکھا۔ انکو دگنی سزا دے اور ان پر بڑی لعنت ڈال۔ سورۃ احزاب کی یہ آیت اور سورۃ اعراف کی مذکورہ بالا آیت دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے صرف فرق یہ ہے سورۃ اعراف میں بنی آدم کی تقسیم جن و انس کے لفظ سے کر کے اُن کا مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔ اور سورۃ احزاب میں سادتنا وکبراءنا کہہ کر بنی نوع انسان کی تقسیم صاف الفاظ میں طبقہ حاکمہ اور طبقہ محکومہ سے کی گئی ہے۔ ان آیتوں کے مفہوم کو سامنے رکھ کر جوں جوں ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں یہ بات واضح سے واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ کہ قرآن مجید نے جہاں بھی جن و انس کو اکٹھا استعمال کیا ہے۔ وہاں بنی آدم کی ہی جنس مراد ہے۔ کوئی غیر مادی غیر مرئی مخلوق ہرگز مراد نہیں۔ چنانچہ سورۃ اعراف رکوع ۲۲ بنی آدم اور انکے عہد عبودیت کا ذکر فرماتا ہے جو انکی فطرت میں بطور ایک امانت کے رکھا گیا۔

فما کان لکم علینا من فضل فذوقوا العذاب بما کنتم تکسبون۔ پہلے پچھلوں
سے کہیں گے تمہیں ہم پر کوئی ترجیح نہیں تم سب اپنے کئے کی سزا بھگتو۔
اس آیت میں جہاں بنی آدم کے دو طبقوں کا ذکر جن وانس سے کیا ہے وہاں
ایک گروہ نے دوسرے کو گمراہ کرنے والا ٹھہرا کر دگنی سزا کا مطالبہ کیا ہے جس کے
جواب میں دونوں کو ایک سا مجرم قرار دیا ہے اور دونوں کی سزا دگنی بتلائی ہے۔
یہی مضمون قرآن مجید ایک اور جگہ (سورۃ احزاب رکوع ۸ آیت میں یوں بیان
فرماتا ہے ان اللہ لعن الکافرین واعد لھم سعیرًا خالدین فیھا
ابدًا ولا یجدون ولیًّا ولا نصیرا۔ یوم تقلب وجوھھم فی النار یقولون
یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا۔ وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبرآءنا
فاضلونا السبیلا۔ ربنا اٰتھم ضعفین من العذاب والعنھم لعنًا کبیرا۔
یعنی اللہ تعالےٰ نے اپنے منکروں کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا ہے اور انکے لئے ایک
بڑی جلن تیار کی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کوئی دوست و مددگار نہیں پائینگے
جبکہ وہ آگ میں اپنے منہ کے بل اوندھے کئے جائینگے۔ کہیں گے اے کاش کہ ہم
نے اللہ اور رسول کی بات مانی ہوتی اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں
اور بڑوں کی اتباع کی اور انہوں نے ہمیں صحیح راستے سے بہکائے رکھا۔ انکو دگنی
سزا دے اور انپر بڑی لعنت ڈال۔ سورۃ احزاب کی یہ آیت اور سورۃ اعراف کی
مذکورہ بالا آیت دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے صرف فرق یہ ہے سورۃ اعراف میں بنی
آدم کی تقسیم جن وانس کے لفظ سے کر کے اُن کا مکالمہ نقل کیا گیا ہے۔ اور سورۃ
احزاب میں سادتنا وکبرآءنا کہہ کر بنی نوع انسان کی تقسیم صاف الفاظ میں طبقہ
حاکمہ اور طبقہ محکومہ سے کی گئی ہے۔ ان آیتوں کے مفہوم کو سامنے رکھ کر جوں جوں ہم
قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں یہ بات واضح سے واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔ کہ قرآن
مجید نے جہاں بھی جن وانس کو اکٹھا استعمال کیا ہے۔ وہاں بنی آدم کی ہی جنس مراد
ہے۔ کوئی غیر مادی غیر مرئی مخلوق ہرگز مراد نہیں۔ چنانچہ سورۃ اعراف رکوع ۲۲ بنی آدم
اور انکے عہد عبودیت کا ذکر فرماتا ہے جو انکی فطرت میں بطور ایک امانت کے رکھا گیا۔

خاتمہ مقدر تھا۔ کیا آپ نے آسمانی صحیفوں میں اور قرآن مجید میں نہیں پڑھا کہ شیطان
کو الی یوم الوقت المعلوم ایک مقررہ وقت تک مہلت دی جاتی تھی۔ ایک
معین عرصہ تک اس نے بنی نوع انسان کو ان کے مونہوں میں لگام ڈال کر ان کو
اپنے پیچھے چلانا تھا۔ لئن اخرتن الی یوم القیامۃ لاحتنکن ذریتہ الا
قلیلا قال اذھب فمن تبعک منھم فان جھنم جزآؤکم جزاء موفورا
واستفزز من استطعت منھم بصوتک واجلب علیھم بخیلک ورجلک
وشارکھم فی الاموال والاولاد وعدھم۔ وما یعدھم الشیطن الا غرورا
ان عبادی لیس لک علیھم سلطان وکفی بربک وکیلا (بنی اسرائیل رکوع ۷)
اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں آدم کی ذریت کے جبڑوں میں
رسی ڈال کر اُن کو اپنے قابو کرونگا سوائے تھوڑے سے بندوں کے۔ فرمایا جاؤ ان میں
سے جس نے تیری اتباع کی تو جہنم تم سب کا اس پیروی کے نتیجہ میں پورا پورا بدلہ
ہوگا۔ اور جاؤ ورغلاؤ جن کو تم اُن میں سے اپنی آواز سے ورغلا سکتے ہو اور ان
پر بے شک چڑھائی کرو اپنے سواروں سمیت اور اپنے پیادوں سمیت اور
ان کے مالوں اور ان کی اولادوں میں اُن کا شریک ہو جا۔ اور ان سے جو چاہو
وعدے کرو۔ شیطان کے وعدے سوائے فریب دہی کے اور کچھ نہیں
مگر یاد رکھو کہ میرے بندوں پر تمہاری قطعاً کوئی حکومت نہ ہوگی۔ ان عبادی
لیس لک علیھم سلطان۔ وہ دل جس میں اللہ تعالےٰ کی حکومت قائم
ہوتی ہے۔ یقیناً کسی خارجی حکومت کا دباؤ اس پر کارگر نہیں ہوتا۔ اور
اگر انسان کا دل خدا کی حکومت سے خالی ہو۔ تو اس پر ایک نہیں دو
نہیں بلکہ سینکڑوں قسم کی حکومت کے بھوت سوار ہو جاتے ہیں
جو انسان کو اسفل السافلین بنا دیتے ہیں۔ حنفاء للہ غیر مشرکین
بہ ومن یشرک باللہ فکانما خر من السماء فتخطفہ الطیر او تھوی
بہ الریح فی مکان سحیق۔ غرض قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ انسان
جس کو سارے جہان کی تسخیر کی طاقت دے کر اُن کے دل کو اللہ تعالےٰ

کی حکومت کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ اس کے لئے یہ مقدر تھا کہ ایک مقررہ میعاد تک شیطانی حکومتیں اپنے لاؤلشکر اور ظاہری رعب وداب کے ساتھ اس کو اپنا عبد بنائے رکھنے کی کوشش کرتی رہینگی۔ اور اس مقررہ وقت کا خاتمہ اور انسانی آزادی کے دور کا آغاز محمد رسول اللہ صلعم کی بعثت کا زمانہ تھا۔ جیسا کہ آپؐ فرماتے ہیں۔ انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی اس حشر کی صراحت اس آیت میں ہے و یوم یحشرھم جمیعاً یا معشر الجن قد استکثرتم من الانس وقال اولیاؤھم من الانس ربنا استمتع بعضنا ببعض وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا۔ آپؐ کے زمانہ میں بنی نوع انسان بشری غلامی اور شرک کی انتہائی حالت کو پہنچ چکے تھے۔ اور جیسا کہ انکی یہ ذلیل کن عبودیت اس وقت اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ اس کے بالمقابل اللہ تعالےٰ نے بھی اسی طرح کمال تیاری کے ساتھ اپنا آخری نجات دہندہ بھیجا جس کے متعلق پہلے سے یہ پیشگوئیاں ہو رہی تھیں کہ وہ عہد کا رسول جب آئے گا۔ تو زمین سے نشیب و فراز دور کرکے ایک سیدھی شاہ راہ تیار کرے گا۔ وہ روح حق آن کر ساری سچائی کی راہ دکھلائے گا۔ وہ عدالت جاری کرے گا۔ اس لئے کہ دنیا کے سردار پر حکومت کی گئی۔" (یوحنا ۱۶ : ۱۱)

وہ دنیا کا سردار کون تھا جس پر حکومت کی گئی وہ یہی انسان تھا جو دنیا کا سردار ہوتے ہوئے پھر محکوم بن گیا۔ اور جسکی آزادی کے سامان عہد کے رسول محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے مہیا ہوئے۔

آپ نے صحرائے عرب میں وہ صراط مستقیم قائم کی جس میں انسانی آزادی کا حقیقی سامان موجود ہے۔ اور جس سے انسان کی اصلی حیثیت اس کی وہ فطرت اللہ جس پر تمام بنی آدم کو پیدا کیا گیا ہے۔ قائم ہوتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کو شیطان

آزادی کا مفہوم

اور انسان دونوں کی حکومت سے چھڑایا ہے آپ نے۔ اس کو گناہ کی نعمت سے بچانے اور بشری حکومت کے جوئے سے آزاد کرنے کی خاطر اس کے دل کی عبودیت کا تعلق اس کے خالق کے ساتھ وابستہ کرنے کے لئے ایک چھوٹی سی درس گاہ قائم کی جو آپ روزانہ مسجدوں میں دیکھتے ہیں اور اس درس گاہ کی اونچی آوازیں بلند مناروں کی چوٹیوں سے سنتے ہیں۔ محمدؐ رسول اللہ کی اس درسگاہ میں انسان کی حقیقی آزادی کا راز پنہاں ہے جس کی وضاحت میں ابھی کرتا ہوں ؛

بیشتر اس کے اس راز کو بیان کروں یہ بات آپ کے ذہن نشین کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ انسان کے لئے جب آزادی کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ وہ بے مہار شتر کی طرح جدھر منہ اٹھائے چلا جائے اور کھلے بندوں جو چاہے کرے ایسی آزادی انسان کے لئے سوائے لق ودق جنگلوں اور بیابانوں میں اور کہیں ممکن نہیں۔ جب بھی وہ دوسروں کے ساتھ مل کر رہے گا تو اس کو اپنی اور غیروں کی حدود کی نگہداشت کرنی ہوگی اور یہ خیال کہ وہ حدود کی پابندیوں سے کبھی آزاد ہو جائے گا۔ ایک محض خیال ہی خیال ہے جس کا پورا ہونا کبھی ممکن نہیں۔ قرآن مجید فرماتا ہے یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان۔ اے جن و انس کی جماعت اگر تم زمین و آسمان کی حدود میں سے باہر نکل سکتے ہو تو نکلو۔ لا تنفذون الا بسلطان تم ان حدود سے نہیں نکل سکتے۔ کسی نہ کسی حکومت کے ماتحت رہنا ہوگا جو تمہیں اپنی حدود پر قائم رکھے گی یہ بالکل ناممکن ہے کہ انسان کو کبھی ایسی آزادی مل سکے کہ وہ بے محابہ دوسروں کی حدود میں منہ ڈالتا پھرے۔ انسان کے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں اپنے دل پر ایک خالق کی حکومت کا سکہ بٹھانا اور تمام دوسری حکومتوں سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہونا اور اگر یہ نہیں تو پھر وہ ہمیشہ کے لئے اپنے

انسانی آزادی کی حقیقی راہ

جیسے انسانوں کے ظالمانہ ڈنڈے کے ماتحت ہے۔ یہ دو راہیں ہیں انسان کے لئے تیسری اور کوئی راہ نہیں ہے +

عہد کے رسول محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انسان کی حقیقی آزادی اسی ایک بات میں دیکھی کہ وہ اپنے ایک خدا کا عبد ہو اِنَّ عبادی لیس لك علیھم سلطان کیونکہ خدا کے بندے کے لئے فیصلہ ہو چکا ہے کہ اس پر کسی کی حکومت نہ ہو آپ نے بنی نوع انسان کی اس فطرتی تقاضے کے مطابق ان سے اِیَّاكَ نَعبُد کا اقرار لیا اور ان کے لئے ایک نماز قائم کی جس میں نفس کی ساری سرکشیوں اور بغاوتوں کا علاج ہے اِنَّ الصَّلوٰۃ تنھٰی عن الفحشاءِ والمنکر والبغی وہ نماز کیا ہے؟ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ایک تیار کردہ درس گاہ ہے۔ جس میں دو باتیں نہایت واضح طور پر نمایاں ہیں اور آنکھوں کے سامنے ہر وقت ایک مجسم شکل و صورت میں قائم رہتی ہیں۔ ایک بات یہ کہ انسان کا تعلق خدا تعالےٰ کے ساتھ کامل عبودیت کا ہے اور دوسری بات یہ کہ انسان کے ساتھ انسان کا تعلق اخوت و مساوات کا ہے یہ دونوں باتیں محمدؐ رسول اللہ کی قائم کردہ نماز میں اظہر من الشمس نظر آرہی ہیں جو تعلق حکومت اور اطاعت اور دلی محبت و اخلاص کا ہے اسکی مستحق صرف ایک ہی ذات ہے جس کو اِیَّاكَ نَعبُد کے ساتھ مخاطب کیا جائے اور جس کے سامنے اپنا تن من جھکایا جائے۔ یہ نظارہ محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کے رکوع و سجود میں دیکھو کہ کس خوبی و وضاحت کے ساتھ انسان کے اس ربانی و الٰہی تعلق اور حیثیت کو نمایاں طور پر دکھایا جا رہا ہے اور جو تعلق انسان کا انسان کے ساتھ ہے۔ وہ محمدؐ رسول اللہ کے ان نمازیوں کی صف بستہ میں دیکھ لو کہ جس میں یگانگت اور مساوات ہی مساوات نظر آرہی ہے +

محمدؐ رسول اللہ کی قائم کردہ جماعت میں نہ کوئی چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور نہ بڑا نہ حاکم نہ محکوم۔ امیر و فقیر سب بھائی بھائی ہیں +

محمدؐ رسول اللہ کی سکھائی ہوئی نماز کیا ہے گویا کہ ایک درس گاہ ہے جس میں ہم پانچ وقت تمام امتیازات کو مٹاتے ہوئے دوش بدوش قدم بقدم کھڑے ہوکر جناب الٰہی کے سامنے دست بستہ ہوکر اپنی زبان سے اور اپنے رکوع و سجود سے ایاك نعبد کہتے ہوئے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم تیرے ہی عبد ہیں تجھ سے ہماری فرمانبرداری اور محبت کا تعلق ہے تیری ہی حکومت کے ہم محکوم ہیں۔ اور اس کے ساتھ دوسری طرف اپنی اس صف بستہ سے ہم اس ہیئت اجتماعیہ کا فوٹو کھینچ رہے ہوتے ہیں جو عہد کا رسول محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں جس کا موٹا عنوان یہ ہے کہ حریت۔ اخوت۔ مساوات یگانگت +

جس طرح استاد ایک بچے کو سبق یاد کراتا ہے محمد رسول اللہ نے بھی ٹھیک اسی طرح ایک ہی وقت میں ہم سب کو جمع کرکے ہم سے ایاك نعبد کا اقرار لے کر اور ہمیں ایک آسمانی بادشاہت کے ساتھ وابستہ کرتے ہوئے ہمارے لئے غیر اللہ کی حکومتوں سے آزاد کرنے کی ایک سیدھی شاہ راہ قائم کی ہے اور اس نماز کے خاتمے پر ہمیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے دائیں اور بائیں السلام علیکم کہتے ہوئے سلامتی کی دعا دو اور لوگوں میں اعلان کرو کہ یہ وہ صراط مستقیم ہے جس کے قائم ہونے کے ساتھ دنیا کی سلامتی وابستہ ہے۔ بنی نوع انسان کی ..... بغاوت اور سرکشیاں.. اور اُن کی ایک دوسرے پر ظلم و تعدیاں اس وقت مٹیں گی اور صرف اسی وقت وہ ایک دوسرے کے لئے سلامتی اور امن کا باعث بنیںگی جس وقت کہ خدا تعالےٰ کی حکومت ان کے دلوں پر قائم ہوکر ان کو طہارت و پاکیزگی کا جامہ پہناتے ہوئے اخوت۔ مساوات اور وحدت کی لڑی میں ان کو پرو دے گی +

محمدؐ رسول اللہ نے یہ نماز قائم کرکے اس کے ساتھ یہ اعلان کیا۔

اللہ اکبر۔ اللہ اکبر لا الٰہ اِلّا اللہ۔ اللہ ہی سب سے بڑا ہے اسی کی بڑائی ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ حی علی الصّلوٰۃ۔ حی علی الصّلوٰۃ اس نماز کی طرف آؤ اِس نماز کی طرف آؤ۔ حی علی الفلاح یہ کامیابی کی راہ ہے اِس کی طرف آؤ یہ نماز قائم کرکے اور اس ندائے عام کا پرچار کرتے ہوئے ہمیں یہ دُعا مانگنے کی تاکید فرمائی اللھم ربّ ھٰذہِ الدعوۃِ التآمّۃِ والصّلوٰۃِ القائمۃِ اٰتِ محمدا الوسیلۃَ والفضیلۃَ وابعثہ مقاما محمودًا اے اِس دعوت تامہ کے رب اور اس نماز کے رب جو اس دنیا میں قائم ہونے والی ہے محمدؐ کو وسیلہ عطا کر جس کے ذریعہ سے اسکی شریعت کے لئے برتری مقدر ہے اور اس کو اس مقام محمود پر کھڑا کر جس کے متعلق انبیاء نے یہ پیشگوئی کی ہے کہ اس وقت تک اسکا زوال نہ ہوگا اور نہ مٹایا جائے گا جب تک راستی کو زمین پر قائم نہ کرلے اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں +

آپؐ نے اس مقام محمود پر پہنچنے کے لئے ایک وسیلہ مانگنے کی دُعا کی تاکید ہمیں فرمائی وہ وسیلہ کیا ہے ہیں اس کی وضاحت اپنے مضمون کے آخری حصہ میں انشاء اللہ تعالےٰ کروں گا۔ اس وقت جو بات آپ کے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محمدؐ رسول اللہ نے جس نماز کی بنیاد قائم کی ہے وہ اپنے اندر اس آسمانی بادشاہت کی صحیح اور مکمل تصویر رکھتی ہے جو بادشاہت کہ انبیاء کی تمناؤں اور امیدوں کا قبلہ و کعبہ رہا ہے +

یہی ایک نماز ہے جس کے قائم ہونے پر انسانی فلاح کا دارو مدار ہے اسی کے ذریعہ سے بنی نوع انسان بشری حکومتوں کی اذل ترین غلامی سے نجات پاسکتے ہیں اور اسی سے انکی ساری بغاوتیں فرو ہوتی ہیں اور بنی نوع انسان کے درمیان حقیقی معنوں میں حریت اور اخوت اور مساوات اور وحدت اور طہارت اور قدوسیت کی بادشاہت قائم ہوتی ہے +

آسمانی بادشاہت کا قیام

حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمانی بادشاہت کا یہ مقدس خاکہ جو بنی نوع انسان کے سامنے رکھا قطعاً خیالی نہ تھا بلکہ عملی تھا۔ اور آپ نے بالفعل اس قسم کی آسمانی بادشاہت کا ایک خوبصورت نمونہ قائم کرکے اپنے زمانے کے لوگوں اور نیز آنے والی نسلوں پر ثابت کر دیا۔ کہ یہ سب کچھ ممکن ہے۔ مجھے یہاں اس تفصیل میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادشاہت میں داخل ہونے والوں کی بغاوتیں اور سرکشیاں ایک نعبدُ کے ایک اقرار کے ساتھ کس طرح یکدم فرو ہوگئیں۔ اور آپ کے قدوسیوں نے طہارت اور پاکیزگی کا کونسا خوبصورت جامہ پہنا۔ اور انہوں نے حریت اور اخوت اور مساوات کا کیا اعلیٰ نمونہ قائم کیا۔ اس کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ لیکن اگر آپ نے اس مقدس سینٹ کا کچھ اندازہ کرنا ہو جو اس جماعت کے اندر پیدا ہوگئی تھی۔ تو ان دو تین واقعات سے کر سکتے ہیں۔ جن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل تبدیل شدہ معنویات کا ایک صحیح فوٹو ہے۔

نیکی اور گناہ روحانی انسان کی نظر میں

عین جنگ کے گھمسان میں جبکہ درندگی اور وحشت کا بھوت انسان کے سر پر چڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور انسانی جذبات نہایت کثیف حالت میں ہوتے ہیں۔ جب کہ عقل لطیف احساسات کے درمیان تمیز کرنے سے خالی ہوتی ہے۔ اور انسان کی ایک ہی دھت ہوتی ہے۔ کہ دوسرے کو مارو۔ اور اپنے تئیں بچاؤ۔ حضرت علی اپنے ایک دشمن کو پچھاڑ کر اس کی گردن اڑانے کے لئے نیچے جھکتے ہیں۔ کہ وہ ان کے منہ پر تھوک دیتا ہے۔ اور حضرت علی کا چہرہ جہاں غصہ سے سرخ ہوتا ہے وہاں اس کے ساتھ ہی انکی تلوار کا قبضہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ اور وہ اُس سے ہٹ کر ایک طرف ہو جاتے ہیں۔ اِس پر وہ دشمن اٹھتا ہے اور حیران ہو کر اسکا سبب پوچھتا ہے۔ حضرت علی اسکو جواب دیتے ہیں۔ کہ اس حالت میں میرا تجھ پر وار کرنا جائز نہ تھا۔ میں تمہارا مقابلہ اللہ تعالےٰ کی خاطر کر رہا ہوں اب جو تمہارے تھوکنے سے مجھے غصہ آیا ہے تو اس حالت میں اگر میں تمہیں مار دوں تو اس میں میرے ذاتی غصہ کا بھی دخل ہوگا۔ اور یہ میرا کام جو محض رضائے الٰہی کے لئے ہے۔ اس میں میرے اپنے نفس کا بھی حصہ

ہو جائے گا۔

اس وقت حضرت علی رضؓ کے ہاتھ کو پکڑنے والا کوئی سپاہی نہ تھا۔ اور کسی ظاہری حکومت کی سزا کا کوئی خوف نہ تھا۔ جس کی گھبراہٹ انہیں ہوتی۔ صرف ایاب تعلق باللہ تھا۔ اور ان میں اپنے ایاک نعبُد کے اقرار کا صحیح جذبہ تھا۔ جو اس وقت انکی رہ نمائی کر رہا تھا۔

یہ بات اتنی تعجب کی نہیں کہ گناہ کے متعلق یہ لطیف خیال ان کو سوجھا۔ کیونکہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم کی رو سے اور آپؐ کی قائم کردہ نماز کے ایاک نعبد کے اقرار کے ماتحت انسان کا سارا وجود مشیت الٰہی کے پورا کرنے کے لئے بطور خادم ہو جاتا ہے۔ اور صحابہؓ اس امر کو بخوبی سمجھتے تھے۔ حضرت علی رضؓ کے لئے یہ کوئی نئی بات نہ تھی۔ لیکن جو بات زیادہ تعجب کی ہے وہ یہ ہے کہ میدان جنگ میں عین اس نازک گھڑی میں جب کہ غصہ کی وجہ سے ذہنی توازن قائم نہیں رہتا۔ حضرت علی رضؓ کا رہ نما یہ پاکیزہ خیال ہوتا ہے۔

ایک غور کرنے والا انسان اسی سے سمجھ سکتا ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کی معنویات میں ربّانی حکومت کے اصل کے ماتحت کیا عظیم الشان تغیّر واقع ہو چکا تھا۔ اور انکی معنوی صفات کیا سے کیا ہو گئی تھی۔ ان کی درندانہ طبیعتیں ملکوتی طبیعتیں ہو چکی تھیں۔ صحابہ رضؓ کے درمیان حضرت علی رضؓ کے اس واقع کی مثالیں ایک یا دو نہیں بلکہ سینکڑوں مل سکتی ہیں۔ اور ان کی زندگی کے سوانح کا مطالعہ بتلاتا ہے۔ کہ ربانی حکومت کا تخت جب انسان کے دل پر قائم ہوتا ہے۔ تو اس کے اندر حیرت انگیز انقلاب پیدا کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس روحانی زندگی کی کیفیات کے متعلق جو ایاک نعبد کے سچے اقرار کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:-

"اس وقت انسانی سرشت پر ایک بھاری انقلاب آتا ہے۔ اور عادات میں ایک تبدّلِ عظیم پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان اپنی پہلی حالتوں سے بہت دور جا پڑتا ہے۔ دھویا جاتا ہے اور صاف کیا جاتا ہے۔ اور خدا نیکی کی محبت کو اپنے ہاتھ سے اس کے دل پر لکھ دیتا ہے۔ اور بدی کا گند اپنے ہاتھ سے اس کے دل کے باہر پھینک دیتا ہے۔ سچائی کی فوج سب کی سب دل کے شہرستان میں آجاتی ہے۔ اور فطرت کے تمام برجوں پر راستی کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ اور حق کی فتح ہوتی ہے۔ اور باطل بھاگ جاتا ہے۔ اور اپنے ہتھیار پھینک دیتا ہے۔ اس شخص کے دل پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اور ہر ایک قدم خدا کے زیر سایہ چلتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ آیات ذیل میں انہی امور کی طرف اشارہ فرماتا ہے:۔

أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ ۔ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِهِمْ وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ ۔ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَنِعْمَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

(اسلامی اصول کی فلاسفی ص۸۹)

غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی نوع انسان کے لئے انبیاء کی پیشگوئی کے مطابق صحرا میں ایک شاہراہ تیار کی جو سیدھی ہے۔ اور جس پر چل کر انسان کی فطرت میں کسی قسم کی سرکشی اور بغاوت اور کجی اور ٹیڑھاپن نہیں رہتا۔ اور جس سے انسان کی فطرت کی انتہائی گہرائیوں میں حقیقی انقلاب پیدا ہوتا ہے۔ اس پر چل کر انسان دنیا کی حکومتوں سے آزاد ہو کر آسمانی بادشاہت میں داخل ہوتا۔ اور آرام اور اطمینان کا سانس لیتا ہے۔ لَا خَوْفٌ

عَلَیۡهِمۡ وَلَا یَحۡزَنُوۡنَ ؕ کوئی خوف اسے ہراساں نہیں کرتا۔ اور نہ کسی غم سے وہ سراسیمہ ہوتا ہے۔ اس کا قدم چٹان جیسے مضبوط قلعہ پر ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے بلند مقام سے دنیا کی تمام حکومتوں کو نظرِ حقارت سے دیکھتا ہے ۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس آسمانی بادشاہت کی بنیاد ڈالی۔ وہ اپنی شان میں دنیا کی تمام حکومتوں سے نرالی تھی۔ دنیا کی حکومتیں بڑے چھوٹے کے امتیاز کو قائم رکھنے کے لئے بے دریغ خونریزی کرتی ہیں۔ مگر آپ ؐ نے جو مقدس جہاد کیا۔ وہ محض اس لئے تھا۔ کہ بڑوں چھوٹوں کے امتیاز کو اُڑا کر صرف ایک خدا کی بڑائی قائم کی جائے۔ کیا سنتے نہیں کہ مناروں کی اللہ اکبر کی بلند آوازیں کیا کہہ رہی ہوتی ہیں۔ اور دیکھتے نہیں کہ نمازوں کی صف آرائی۔ اخوت اور مساوات اور یگانگت کے مقدس اصول کو کس طرح دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔ نہ وہاں کسی بادشاہ کی بادشاہت کا امتیاز ہے۔ اور نہ کسی بدوی کی بدویت کا۔ سب ایک صفِ وحدت میں منسلک ہیں نہ کوئی اونچ ہے اور نہ کوئی نیچ ۔

دنیا کے بادشاہ اور ان کی حکومتیں اپنے خزانے بھرنے کے لئے دنیا کے املاک و اموال کی بنی نوع انسان کے پسینے کی کمائی سے مفت خوری اور اپنے نفس کی شہوات کو بھرپور کرنے۔ اور اس کی فربہی کے لئے اور اس لئے کہ بنی نوع انسان ان کے ہمیشہ غلام رہیں۔ اپنی سپاہ وافواج ۔ ۔ ۔ ۔ کی بھرتی کرتی ہیں۔ مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے اور نیز اپنے خلفاء کے لئے جو آپ ؐ کے بعد آپ ؐ کی امت کی سیاست کے والی تھے۔ حرام سمجھا کہ امت کے خزانے میں دوسروں سے ایک رائی کے برابر بھی زیادہ حق ہو ۔

دنیا کی حکومتوں کی ذہنیت کے مقابل حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل قائم شدہ آسمانی بادشاہت کے فرزندوں کی ذہنیت کا اگر اندازہ کرنا چاہتے ہو تو ابوبکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما کے واقعات پر ایک نظر عبرت کرو۔

حضرت ابوبکرؓ اپنی بیوی کے پاس چند پیسے جمع دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ یہ کہاں سے آئے ہیں؟ اور یہ معلوم کرنے پر کہ ماہواری وظیفے سے بچے ہیں جو ان کو امت کے خزانے سے ملا کرتا تھا۔ اُن پیسوں کو لے کر امت کے خزانے میں یہ کہتے ہوئے داخل کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے کم میں گزارہ کرسکتی ہو۔ آئندہ وظیفہ کم ملا کرے گا۔

اس کے ساتھ حضرت عمرؓ کا وہ واقعہ یاد کرو۔ جب ایک سفر کے اثناء میں آپؓ کا گزر وادیٔ صرار سے ہوتا ہے۔ جہاں آپ کچھ فاصلے پر ایک خیمہ دیکھتے ہیں۔ جس میں آگ جل رہی ہے۔ اور تعجب کرتے ہیں۔ کہ اس وادی میں یہ ایک خیمہ کیسا ہے۔ قریب جانے پر معلوم ہؤا۔ کہ ایک بُڑھیا ہے جو بے زاد و نفقہ ہے۔ اور جس کے بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں۔ اور اس نے ان کو تسلی دینے کے لئے پانی کی ہنڈیا چولھے پر رکھی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ سے جنہیں وہ پہچانتی نہیں اپنی تہیدستی کا حال بیان کرکے کہتی ہے۔ اللہ ہی ہے جو ہمارے اور عمر کے درمیان معاملہ نپٹے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ عمر کو کیا معلوم کہ تمہاری یہ حالت ہے۔ اس کا وہ یہ جواب دیتی ہے:-

یتولی امرنا ثم یغفل عنا۔ یعنی ہماری سیاست کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لیتا ہے اور ہماری حالت سے غافل رہتا ہے۔

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ اپنے خادم اسلم کو ساتھ لے کر مدینہ واپس لوٹتے ہیں۔ اور کھانے پینے کا سامان ایک بوریا میں باندھ کر اس کو اٹھانے لگتے

ہیں۔ اسلم ان سے عرض کرتا ہے۔ دَعْنِیْ اَحْمِلُ عَنْكَ۔ مجھے اٹھانے دیجئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ مَنْ یَّحْمِلُ وِزْرِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ میری پیٹھ پر اس بوری کو رکھ دو۔ قیامت کے دن میرے گناہوں کا بوجھ کون اٹھائے گا۔

یہ کہہ کر اسے اپنی پیٹھ پر بوری رکھنے کے لئے اشارہ کرتے ہیں۔ اور بوری اٹھائے ہوئے اس بوڑھیا کے پاس پہنچتے ہیں۔ اور حالت یہ ہے کہ آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کرتے ہیں۔ اور اُن چھوٹے سے کنبے کو کھلاتے ہیں۔ وہ بوڑھیا ان کا شکریہ ادا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کُنْتَ اَوْلٰی بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ امیر المؤمنین یعنی عمرؓ کی نسبت آپ حکومت کے زیادہ مستحق ہیں۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں اچھا جب تم امیر المؤمنین کے پاس جانا۔ تو اچھی بات کا ذکر کرنا۔ اور انشاء اللہ مجھے بھی وہیں پاؤ گے۔

آسمانی بادشاہت میں حاکم کی ذہنیت

یہ دونوں واقعہ نہایت وضاحت کے ساتھ بتلاتے ہیں۔ کہ انبیاء کی آسمانی بادشاہت جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں سے قائم ہوئی تھی۔ اس میں حاکم کی ذہنیت کیا ہے۔ اور محکوم کی ذہنیت کیا ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالرَّجُلُ رَاعٍ فِيْ اَهْلِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ وَالْمَرْاَةُ رَاعِيَةٌ فِيْ بَيْتِ زَوْجِهَا وَالْخَادِمُ رَاعٍ فِيْ مَالِ سَيِّدِهٖ وَمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَّمَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ (بخاری ومسلم) فرما کر امام یعنی صدر حکومت کو اور خاندان کے ذمہ دار مرد، اور گھر کی ذمہ دار عورت اور مالک کے خادم کے ساتھ ایک پلیٹ فارم پر کھڑا کرکے آسمانی بادشاہت میں اس کی حیثیت واضح کردی۔ صدرِ حکومت ایک خادم ہے جس

کے سپرد ایک ریوڑ کی نگرانی کی جاتی ہے۔ وہ ایک بڑے گھر کا اسی طرح مُربّی و نگران ہے جس طرح ماں اپنے گھر کی اور وہ باپ کی طرح ایک بڑے خاندان کے لئے سامانِ زندگی مہیا کرنے والا ہے۔

فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَّکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ

صدرِ حکومت کی۔ نوکر کی اور صاحب خانہ کی ایک حیثیت ہے انبیاء کی آسمانی بادشاہت میں جو حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ حاکم کے وجود کی یہ علّت غائی نہ تھی۔ کہ محکوم کی جبّہ سائی اور اس کی کمائی سے اپنی شہوات کو چمکائے۔ اور بنی نوع انسان کی چراگاہ میں ایک بھوکے بھیڑیے کی طرح جا پڑے۔ بلکہ اگر اس کا کوئی کام ہے تو وہ یہ ہے کہ آدمؑ کا کھویا ہوا جنت از سرِ نو قائم کر دے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ وَکُلَا مِنْھَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ...... وَاِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی ٥ وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی ٥

اے آدم! تو اور تیرا ساتھی جنت میں رہو۔ اور اس سے بافراغت کھاؤ۔ جہاں سے اور جیسے چاہو۔ تمہارا یہ حق ہے۔ کہ تم اس میں نہ بھوکے رہو۔ اور نہ ننگے اور نہ پیاسے۔ اور نہ کسی قسم کی تکلیف کا سامنا ہو۔

انسان کے اسی خداداد حق کے قائم کرنے کے لئے انبیاءؑ کی آسمانی بادشاہت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ اور اس کے احکام اور قوانین اور اس کی ساخت و پرداخت دنیا کی حکومتوں سے بالکل برعکس ہے۔

دنیا کی حکومتیں اس ابلیس کی مظاہرات ہیں جس کے متعلق آدمؑ کو یہ کہتے ہوئے متنبہ کیا گیا تھا :-

یٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ؕ

اے آدم! یہ ابلیس جو تم کو خدا تعالےٰ کی حکومت سے برگشتہ کرکے اپنے لاؤلشکر کی حکومتوں میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ تمہارا خیر خواہ نہیں۔ بلکہ تمہارا دشمن ہے۔ اور تمہیں جنت سے نکالنا اور بدبختی کے بھاڑ میں جھونکنا چاہتا ہے ؛

فَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى۔ آدم نے اپنے رب کا کہا نہ مانا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہؤا۔ کہ اس کی معیشت اور زندگانی خراب ہوکر اس کے لئے وبالِ جان بن گئی ؛

دنیا کی حکومتیں بنی نوع انسان کو غلامی کی لعنت سے آزاد کرنا نہیں چاہتیں۔ مگر انبیاء کی آسمانی بادشاہت جو آنحضرت صلعم کے ہاتھوں سے قائم ہوئی اس کا نصب العین ہی یہ تھا کہ وہ بنی نوع انسان کو دنیا کی فرعونی حکومتوں کی لعنت سے رہائی دے۔ اسی ایک غرض کے لئے آنحضرتؐ نے اپنی ساری زندگی اور اپنی عزت اور اپنا آرام قربان کیا۔ آپکی بعثت کا صرف ایک اور ایک مقصد تھا۔ اور وہ یہ کہ انسان خدا تعالےٰ کی حکومت میں داخل ہو اور اسے ابدی نجات ملے۔ اپنی ذات کے لئے اس دنیا سے آپنے کچھ نہ کمایا اور باوجود اس کے کہ خدا تعالےٰ نے آپکو وہ فتوحات اور مال واموال بھی دئے جو دنیا کے بادشاہوں کو ملتے ہیں۔ مگر آپ کے گھر کی حالت وہی تھی جو حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ اور کھجور کی ایک چٹائی کہ جس سے آپکے بدن مبارک پر نشان پڑجاتے۔ اور مہینے گزرجاتے کہ آپکے گھر میں آگ نہ جلتی۔ اور کم ہی آپنے گندم کی روٹی کھائی ہو[۱]۔ اور جب دنیا سے آپؐ رخصت ہوتے ہیں تو ایک صاع جو کے بدلے آپکی زرہ رہن تھی۔ لَانَرِثُ وَلَانُوْرَثُ کہتے ہوئے اس دار

آسمانی بادشاہت کا نصب العین

[illegible] (ص ۷۹)
فانی

[۱] اور اپنی بیٹی فاطمہ کو جس کے ہاتھ چکی پیس پیس کر چھلنی ہو گئے تھے انکی اس درخواست پر کہ ان جنگی قیدیوں میں سے ایک قیدی مجھے بھی دیدیں۔ فرماتے ہیں۔ بیٹی! خدا تعالےٰ کی تسبیح کثرت سے کیا کرو۔ یہی کافی ہے ؛

کی مانند نہ تھی۔ کہ دنیا کے مال و متاع جمع کرنے اور نفس پروری کا خیال ہوتا۔ بلکہ آپ کی غرض انسان کو انسان کی غلامی سے آزاد کرنا اور اسے قدوسیت کا جامہ پہنانا تھا۔ جو آپ نے کر کے دکھا دیا۔

غرض عہد کے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کی پیشگوئی کے عین مطابق ایک آسمانی بادشاہت کی بنیاد ڈالی۔ اور اس کا ظاہری عنوان اپنی اس نماز کو ٹھیرایا۔ جس کا ڈھانچہ ہمارے درمیان ویسے کا ویسا اب بھی قائم ہے۔ اس میں انسان دنیا کی تمام حکومتوں سے پیٹھ پھیر کر آدم کی بھول سے کانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا توبہ کرتا اور اپنے خالق کے روبرو کھڑا ہو کر ایاک نعبد کا اقرار کرتے ہوئے ایک ایسی صف باندھتا ہے۔ جس میں انسانی بڑائی کے سارے امتیازات یک لخت نابود ہو کر مساوات اور یگانگت کا خوشکن نظارہ آنکھوں کے سامنے سما جاتا ہے۔ اور یہ دراصل خاکہ ہے انبیاء کی اس آسمانی بادشاہت کا جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے انفاس قدسیہ سے روح ڈالی اور اس کے ساتھ اللہ اکبر کا ایک عظیم الشان اعلان کیا۔ اور لوگوں کو حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔ اس سے پہلے انبیاء نے اسی آسمانی بادشاہت کا پرچار کرتے ہوئے اپنی اپنی امتوں کو دعوت دی۔ مگر ان کی امتوں نے ان کی آواز کو خاموش کر دیا۔ جاءت رسلھم بالبینت فردوا ایدیھم فی افواھھم (ابراہیم ۲۴) یعنی ان کے رسولوں نے یہی پیغام کہ اپنا حاکم و معبود خدا تعالےٰ کو بنا لو کھلے دلائل کے ساتھ ان کو پہنچایا تھا تو انہوں نے اپنے ہاتھ ان کے منہ میں دیدئے۔ اور ان کی آواز بند کر دی۔ مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اللہ اکبر کا آوازہ جو صحرائے عرب سے بلند ہوا۔ اس کے لئے یہ لازم رکھتا۔ کہ شیطان بس نعرہ اللہ اکبر

سے بری طرح شکست کھا کر پیٹھ پھیرتے ہوئے بھاگے گا۔ اذا نودی للصلوٰۃ ادبر الشیطان ولہ ضراط (بخاری) آپ نے اپنی اس نداء عام کے مقابل پر شیطان کی اسی شکست کا نظارہ دیکھا۔ جسے بایں الفاظ بیان کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔ اِنَّ عفریتًا من الجنّ تفلت علیّ البارحۃ لیقطع علیّ الصلوٰۃ فامکننی اللّٰہ منہ فاردت ان اربطہ الی ساریۃ من سواری المسجد حتّی تصبحوا وتنظروا الیہ کلکم فذکرت قول اخی سلیمان ربّ ھب لی ملکا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی (بخاری کتاب الصلوٰۃ)

یعنی ایک نہایت مکروہ شکل کا جن کل رات مجھ پر ٹوٹ پڑا تاکہ میری نماز توڑ دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا۔ میں نے چاہا کہ اسے مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ تاکہ تم صبح اٹھ کر اسے دیکھو تو مجھے اپنے بھائی سلیمان کی یہ دعا یاد آ ئی

"ربّ ھب لی ملکا لا ینبغی لاحدٍ من بعدی"

اے میرے رب مجھے ایسی حکومت عطا کر جو میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو۔ اور اس دعا کے یاد آنے پر آپ نے اسے ردّہ خاسئًا یعنی ایسی حالت میں واپس کیا۔ کہ وہ ذلیل ہو چکا تھا۔

شارحین کا خیال ہے کہ یہ نماز تہجد کا واقعہ ہے۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے کہ کوئی جن بھوت جنگلی بلے کی شکل میں آپ کے حجرے میں آ گھسا۔ اور اس نے آپ پر جھپٹا مارا۔ مگر آپ نے اسے پکڑ کر قابو کر لیا۔ اور اس کو باندھنا چاہا۔ تاکہ صحابہ صبح اٹھ کر جن قابو کیا ہوا دیکھیں۔ پھر خیال آیا کہ مجھے اس کو قابو نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ تسخیر جنّاں تو حضرت سلیمان کی خصوصیت تھی۔ اور انہوں نے

حضور (صلعم) کی ... اور شیطان کی انتہائی ...

یہ دعا کی تھی کہ میرے بعد کسی کے لائق نہ ہو کہ وہ جنوں پر حکومت کرے۔
یہ تشریح نہایت بھونڈی ہے۔ اور یہہ خیال کرنا کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کو غیر مرئی جن بھوتوں پر حکومت حاصل تھی۔ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ سورہ سبا کی آیت ۱۲: ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربّہ میں جن جنوں کے مسخر کئے جانے کا ذکر بطور احسان کے کیا ہے! ۔ انھی جنوں کا ذکر سورہ ص آیت ۳۷۔ میں بایں الفاظ فرماتا ہے:۔
"والشیاطین کل بنّاءٍ وغواص واٰخرین مقرنین فی الاصفاد"
یعنی وہ سرکش فسادی غیر علاقہ کی قومیں تھیں۔ جو آئے دن سلیمان کی حدود مملکت کے امن کو برباد کرتی رہتی تھیں اللہ تعالیٰ نے انہیں مغلوب کرکے سلیمان علیہ السّلام کے حوالے کردیا۔ کلّ بنّاءٍ وّغوّاصٍ۔ جن سے وہ تعمیر اور جہاز رانی اور سمندر میں غوطہ زنی کا کام لیتے تھے۔ ان قوموں کو مغلوب کرکے اور غلام بناکر ہر قسم کے کام لینے کی تفصیل تواریخ ۲ باب ۲ اور سلاطین ۱ باب ۹ میں موجود ہے۔
اور ہمارے بعض مفسرین سلف نے بھی اس تاریخی شہادت کی بنا پر یہ امر تسلیم کیا ہے کہ جن سے مراد وہ سرکش قومیں تھیں جو سلیمان علیہ السّلام کے ساتھ ایک لمبے عرصے تک برسرِ پیکار رہیں۔ اور جنہیں آخر مغلوب کرکے غلامی کا طوق پہنا یا گیا۔
پس اس حدیث کی شرح کرنے والوں کا ربّ ھب لی ملکاً لاینبغی لاحدٍ سے یہہ سمجھ کر وہ جنوں کے بادشاہ تھے۔ یہہ قیاس کرنا کہ آنحضرت صلعم پر

مکروہ شکل کے جن نے جو جھپٹا مارا تھا وہ بھی کوئی بھوت پریت ہی ہوگا۔ جو بلّے کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ یہہ تشریح نہ صرف قیاس مع الفارق ہی ہے۔ بلکہ حقیقت سے بھی بہت دور ہے اور شارحین کے قلتِ تدبّر اور سماجت ذوق پر دلالت کرتی ہے ؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جو شجاعت وبہادری اور وقار او سنجیدگی۔ متانت اور عظمت نفس کے مظہر اکمل تھے آپ کے متعلق یہہ فرض کرنا کہ آپ کو یہہ خیال آیا ہوگا۔ کہ ایک بلّے کو باندھ کر دوسرے دن اپنے خداداد تصرف و قوت کا لوگوں کے سامنے ثبوت پیش کریں۔ کہ یہہ دیکھو باگڑ بلّے کی شکل میں جن قابو ہے۔ اس قسم کا فرض کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو آپ کے عالی شان مقام سے گرا دینے کے مترادف ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوانح حیات اپنے اندر وہ عظمت رکھتے ہیں۔ کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہہ تصوّر برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ کہ ایک باگڑ بلّے کی شکل وصورت کی چیز قابو کر کے آپؐ کو سلیمانؑ کی بادشاہت کا خیال آیا ہو۔ کہ اب مجھ بھی وہ قدرت حاصل ہو چکی ہے جو سلیمان کو تھی۔ اور لوگوں کو یہہ ایک نیا معجزہ دکھلاؤ۔ اور اس پر سادگی یہہ کہ لوگ جھٹ باگڑ بلّے کی شکل وصورت دیکھکر یقین بھی کر لیں گے۔ کہ یہ انھی سلیمان کے جنوں میں سے ہے۔ جن کے قصے کہانیاں مشہور ہیں ؛

شارحین نے یقیناً یہاں ایک تھوڑی سی غفلت کی وجہ سے بہت خطرناک ٹھوکر کھائی ہے۔ اگر وہ ان روائتوں کے الفاظ پر ذرّہ سا بھی غور کرتے۔ تو انہیں معلوم ہو جاتا۔ کہ یہہ واقعہ آپ کا ایک کشف ہے۔ جو عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ اس روائت کے راوی صحابہ میں سے ابوہریرہؓ کے علاوہ

ابو درداؓ سے بھی ہیں۔ اور بجائے عفریتا من الجن کے اگلے الفاظ یہہ ہیں:-

"إن عدو الله ابلیس جاء بشھاب من نار لیجعله فی وجھی"

اللہ کا دشمن ابلیس آگ کا ایک بڑا شعلہ لایا۔ تا وہ اسے میرے سامنے رکھدے۔

نماز کی حالت میں شیطان کے متمثل ہونے کے صاف یہہ معنی ہیں۔ کہ وہ نظارہ بحالت کشف تھا۔ جیسا کہ آپ نے نماز میں ایک دفعہ جنت وجہنم بھی دیکھے۔ کیونکہ یہہ چیزیں جب دنیا میں کسی کو نظر آتی ہیں۔ تو خواب یا کشف میں متمثل ہو کر نظر آتی ہیں۔ ابو درداؓ کی روایت میں آتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے جب یہہ نظارہ دیکھا تو خوف زدہ ہو کر آپ پیچھے کو ہٹے۔ اور پھر آگے بڑھے غرض ہمارے سامنے ایک ابو ہریرہ رضؓ کی روایت ہے۔ جس میں ان عفریتا من الجن تفلت علی البارحة ہے۔ اور دوسری ابو درداؓ کی روایت ہے۔ جس کے یہہ الفاظ ہیں۔

إن عدو الله ابلیس جاء بشھاب من نار لیجعله فی وجھی فقلت اعوذ بالله منك ثلاث مرات ثم اردت اخذه فلولا دعوة اخی سلیمان رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی لرایتمو ہ موثقا ....

اس روایت نے وضاحت کردی ہے کہ یہہ کوئی جن نہیں تھا۔ جو بلا بن کر آپ پر حملہ آور ہوا ہو۔ بلکہ عالم کشف کا واقعہ ہے۔ جو ایک عظیم الشان پیشگوئی پر مشتمل تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دنیا میں ایک نماز قائم کرنا چاہتے تھے۔ جس میں انسان کے تعلقات کی طرح اس کے رب کے ساتھ اور اس کے اپنے بھائیوں کے ساتھ صراط مستقیم پر پڑنے والی تھی۔ مگر شیطان نے مکروہ شکل میں آپ پر حملہ کر دیا۔ تا کہ آپ کی یہ نماز توڑ ڈالے جیسا کہ اس نے اس سے پہلے انبیاء پر کیا۔ اور ان کی اٹھائی ہوئی آواز کو ایک عرصہ کے لئے بند کر دیا۔ فامکنی اللہ منہ مگر خدا تعالے نے محمد رسول اللہ صلعم کو اس پر غلبہ دے گا۔ اور وہ بری طرح اِس مقدس جہاد میں پچھاڑا جائیگا۔ حالت کشف میں آپ کا یہ ارادہ کرنا کہ میں اسے مسجد کے کسی ستون کے ساتھ باندھ دوں۔ اور پھر سلیمان کی دعا یاد آنے پر وہ ارادہ پورا نہ کرنے کے یہ معنے ہیں۔ کہ آپ کو بحالت کشف اللہ تعالے کی طرف سے یہ تلقین ہوئی۔ کہ اللہ تعالے کا دشمن تیرے ہاتھوں سے مغلوب ہوگا۔ مگر جیسا کہ سلیمان کو ہم نے اجازت دی تھی۔ کہ وہ اپنے مغلوب دشمنوں کو غلامی کی قید میں جکڑے۔ تم نے ایسا سلوک اپنے دشمن کے ساتھ نہ کرنا۔ بلکہ بجائے غلام بنانے کے آزاد کرنا ہوگا۔ سلیمان کی دعا ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی کے یہ ہرگز معنے نہیں کہ وہ تسلط اور اقتدار جو انہیں غیر قوموں پر حاصل ہوا تھا۔ اور جس کے ذریعہ سے انھوں نے ان سے غلامی کی ارذل ترین خدمات لیں فی ذاتہ کوئی پسندیدہ چیز تھی۔ جس کے بقا کی خواہش سلیمان کرتے۔ آپ کا یہ دعا کرنا کہ میرے بعد کسی کے شایان نہ ہو۔ بتلاتا ہے کہ وہ ایک ایسی حکومت تھی جسے خدا کا نبی اپنے دل سے ناپسند کرتا تھا۔ مگر حالات کی مجبوری سے یہ چاہتا تھا کہ مفسد اور شریر طبع باغی قوموں کی سرکوبی کے لئے اسے عارضی طور پر ان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔ اگر وہ بادشاہت فی الحقیقت کوئی اچھی چیز ہوتی۔ تو یقیناً وہ یہ دعا نہ کرتے۔ کہ کسی کے لائق نہ ہو۔ بلکہ یہ

فرماتے۔ اے خدایا! یہ نعمت ہر ایک کو ملے۔ انبیاء نعوذ باللہ بخیل نہیں ہوتے۔ ایک معمولی اخلاق کا انسان جو دل سے چاہتا ہے۔ کہ جو نعمت اسے حاصل ہے وہ دوسروں کو بھی حاصل ہو۔ چہ جائیکہ ایک روحانی انسان جو نبوت کے مقام پر کھڑا ہو۔!

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جہاں اس کشف کے ذریعہ سے دشمن کے مغلوب ہونے کی بشارت دی جاتی ہے۔ ساتھ ہی اس کے آپ کو یہ تلقین بھی کی جاتی ہے۔ کہ اسے غلامی کی زنجیر میں نہ جکڑنا۔ اور سلیمان علیہ السلام کی اس دعا کا خیال رکھنا کہ انسانوں کو غلام بنانے والی حکومت ایسی نہیں جو کسی کے شایاں ہو۔ چنانچہ جیسا کہ کشفی حالت میں مغلوب شدہ دشمن جن کو آپ نے ایسی حالت میں چھوڑ دیا کہ وہ صد درجہ ذلیل ہو چکا ہوا تھا۔ ویسے ہی آپ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ سلوک کیا۔ جنہوں نے آپ کو بے طرح دُکھ دیئے تھے۔ فتح مکہ کے روز وہ جکڑے ہوئے آپ کے سامنے کھڑے تھے۔ اور آپ نے "لا تثریب علیکم الیوم" کہتے ہوئے ان کے بندھنوں کو کھلوا کر انھیں آزاد کرا دیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے *اِمّا مَنًّا و فداءً کہکر مغلوب دشمن کو غلامی کی قیدوں سے آزاد کرنے کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راستہ کھول دیا۔

وہ عہد کا نبی اسیروں کا نجات دہندہ تھا۔ یضع عنھم اصرھم والاغلال التی کانت علیھم دنیا میں اس لئے

---

* یا احسان کر کے اور بغیر تاوان جنگ وصول کرنے کے آزاد کر دو یا تاوان لے کر آزاد کر دو۔

آیا تھا۔ کہ ایک خدائے واحد لاشریک کی حکومت کا سکہ
انسانوں کے دلوں پر بٹھا کر ان کو ابدالآباد کے لئے ہر قسم کی
غلامی سے آزاد کر دے۔ غلامی کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے
انسان کی حالت زار کی وجہ سے وہ بے قرار تھا۔

لعلك باخع نفسك الا يكونوا مومنين

تو اپنی جان کو اس غم میں ہلاک کر رہا ہے۔ کہ بنی نوع
انسان کا امن ان کی خدا تعالٰے سے برگشتگی کے باعث برباد
ہو چکا ہے۔ اور ان کی سلامتی کو آگ کھا رہی ہے۔ اور وہ خدا تعالٰے
کی پناہ میں نہیں آتے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سارا
جہاد اس ایک غرض کے لئے تھا۔ کہ غلامی کی لعنت سے انسان
کو رہائی دے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے راہ مستقیم صرف ایک
اصل کے ماتحت ہے۔ قلب المرء بين اصبعي الرحمن۔
انسان کا دل رحمٰن کی حکومت کا قرارگاہ ہے۔ اور جب وہ اس
کی حکومت کا تجلی گاہ بنتا ہے۔ تو انسان کی ساری بغاوتیں فرد
ہو کر دنیا کے اندر امن و سلامتی کی فضاء پیدا ہوتی اور سارے جھگڑے ہمیشہ کے لئے
چک جاتے ہیں۔ اس صراط مستقیم کو آپ نے قائم کیا۔ اور اس کے قیام میں دنیا کے
سارے دکھ اٹھائے۔ مکہ کے پندرہ سالہ جہاد کی تلخ گھڑیاں اپنے اندر صلیبی آلام کے سینکڑوں
دردناک نظارے رکھتی ہیں۔ انسانی شیطان نے ہر طرف سے محمد رسول اللہ صلعم پر ابتلائے
عظیم کے دروازے کھول دئے۔ اور آپ کو پچھاڑنے کیلئے کوئی حیلہ نہیں چھوڑا۔ جسے نہ آزمایا
ہو۔ نہایت مکروہ شکل میں اس نے آپ پر حملہ کیا۔ ایسی مکروہ شکل میں کہ اس کا ذکر بدن
پر لرزہ ڈالتا ہے۔ آپکی آنکھوں کے سامنے آپکے ساتھیوں کو بیدردی سے ذبح کیا۔ بوڑھوں
کی ٹانگیں چروائیں۔ عورتوں کی برہنگی کو نیزوں سے چھیدا۔ اور ایسے حیا سوز اور
خطرناک طریقہ سے آپ پر حملہ آور ہوا۔ کہ دیکھنے والا یقین رکھتا تھا کہ آپ کے قدم اکھڑ
جائینگے۔ باوجود اس کے کامیابی آپ کیلئے مقدر تھی۔ اور ہزیمت شیطان کے لئے

آنحضرتؐ پر شیطان کے دو حملے

محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جس کشف کا ذکر میں ابھی کر آیا ہوں وہ آپ نے تین بار دیکھا۔ ایک بار مکہ میں معراج کی رات جب کہ آپکو خدا تعالےٰ کی طرف سے نماز سکھلائی جا رہی تھی۔ اور دو دفعہ مدینہ میں۔ مدینہ کے دونوں کشفوں کا ذکر اور ان کے متعلق روایات کے الفاظ اور ان کا مفہوم ابھی بیان کر چکا ہوں۔ جس روایت میں مکہ میں کشفی نظارہ دیکھنے کا واقعہ مذکور ہے۔ اس کے یہ الفاظ ہیں :۔

"رأیتُ لیلةَ أُسرِيَ بِي أنّ عِفریتاً من الجنّ یطلبني بشعلة من نارٍ کلّما التفتُّ الیه رأیتُه۔"

جس رات مجھے معراج ہوا۔ میں نے ایک مکروہ شکل جن دیکھا۔ جو آگ کا شعلہ لیکر میرا پیچھا کر رہا ہے۔ جب کبھی بھی میں پیچھے مڑ کر دیکھتا۔ اسے اپنے پیچھے ہی دیکھتا ؂

دوسری بار آپ نے جب کہ آپؐ مدینہ میں تھے کشفی حالت میں اسی قسم کا نظارہ دیکھا۔ اور آپ کے یہ الفاظ ہیں :۔

"إنّ عدوَّ اللہ ابلیسَ جاء بشهابٍ من نارٍ لیجعلَه في وجهي فقلتُ اعوذ باللہ منك ثلاث مرّاتٍ۔ ثمّ اردتُ اخذَهٗ۔ فلولا دعوة اخینا سلیمٰن لرأیتمُوهُ موثقاً فی المدینة یلعبُ بهٖ الصبیان"

اور تیسری بار آپؐ نے مدینہ میں پھر اسی قسم کا نظارہ دیکھا۔ اور فرمایا :۔

"إنّ عفریتاً من الجنّ تفلّتَ عليَّ البارحة ...... الخ" یعنی ایک گھنونی مکروہ شکل کا جن مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ تا کہ میری نماز توڑ دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دیدیا۔ اور میں نے چاہا کہ اسے میں مسجد کے کسی ستون سے باندھوں لیکن سلیمانؑ کی دعا مجھے یاد آگئی اور میں نے اسے چھوڑ دیا ؂

پہلے دو کشف شیطان کے اُس حملے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جس کا تعلق آگ کے ساتھ ہے۔ اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والا ہے اور جو ایک لمبے عرصہ تک رہنے والا ہے ؂

مدینہ کا دوسرا کشف شیطان کے اُس حملے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا تعلق حضرت

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور آپؐ کے زمانے کے ساتھ تھا۔ تفلّت علیّ البارحۃ ۔ یعنی وہ مجھ پر ٹوٹ پڑا جس کے صاف معنے ہیں ۔ کہ شیطان کا یہ حملہ آپکی ذات کے ساتھ مختص تھا۔ فامکننی اللہ منہ ۔ اللہ نے مجھ کو اس پر قابو دیدیا۔ یعنی وہ اللہ کا دشمن شیطان جو بندگانِ خدا کو اس سے روکتا ہے ۔ آنحضرت صلعم کے زمانے میں آپؐ کے ہاتھ سے بری طرح مغلوب ہوگا ۔ یہ ایک پیشگوئی تھی ۔ جو پوری ہوئی ؎

اور ایک دوسری پیشگوئی تھی جس کا تعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کے زمانے کے ساتھ ہے ۔ یطلبنی وہ میرا پیچھا کر رہا ہے۔ اور یہ نظارہ معراج کی رات میں دیکھا گیا۔ جب کہ آپؐ کو نماز سکھلائی جارہی تھی ۔ اس کے صاف یہ معنے ہیں کہ شیطان کا ایک دوسرا حملہ آپکی کامل ترقی کے راستے میں روک ڈالنے کے لئے ہوگا۔ اس حملے میں وہ بشہاب من نار۔ ایک آگ کا بڑا شعلہ لیکر آپؐ کے پیچھے لگتا ہے۔ تا اس کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کے راستہ میں روک ڈال دے ۔ کلما التفتُّ الیہ رأیتہ ۔ جب کبھی میں اس کو مڑ کر دیکھتا ۔ تو اس کو اپنے پیچھے ہی دیکھتا ۔ یعنی یہ ایک دوسرا حملہ ہے ۔ جو ایک لمبے عرصہ تک جاری رہنے والا ہے ؎

یہ شعلے والا دشمن جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد پیدا ہونے والا تھا۔ کون ہے ؟ یہ وہی دشمنِ خدا ہے جس کے متعلق انبیاء علیہم السلام نے پیشگوئی کی تھی کہ آسمانی بادشاہت پر وہ شیطان کا آخری حملہ ہوگا۔ اور دانیالؑ نے بتلایا تھا۔ کہ وہ ایک چھوٹا سا سینگ ہے۔ جو رومانی حکومت کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ نمودار ہوا۔ اور دیکھتے دیکھتے تمام پہلی حیوانی حکومتوں سے زیادہ رعب دار ہوگیا۔ اور اس نے ساری زمین کو لتاڑا۔ اور اس نے حق تعالےٰ کی مخالفت میں بڑے گھمنڈ کی باتیں کیں اور حق تعالیٰ کے مقدسوں کے لئے ایک عظیم الشان ابتلا برپا کیا۔ اور ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت ختم ہونے یعنی ۱۸۹۰ء سے پہلے پہلے حق تعالےٰ کے مقدسوں کی حکومت چھین کر انہیں پراگندہ کر دیگا ۔ یہ شعلہ والا دشمن وہی دجال ہے جس کے خطرے سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے ۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بھی اپنی امت کو یہ کہہ کر ڈرایا ہے :-

مابین خلق آدم الی قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال
وانی أنذرکم کما انذر نوحٌ قومہٗ ؏

یعنی اسوقت سے کہ آدمؑ پیدا ہوئے اسوقت تک کہ وہ گھڑی برپا ہو۔ دین دنیا کے لئے دجال کے فتنہ سے بڑھکر اور کوئی فتنہ نہ ہوگا۔ اور میں تم کو اس کے خطرے سے اسی طرح آگاہ کرتا ہوں جس طرح کہ نوحؑ نے اپنی قوم کو اس سے آگاہ کیا تھا ؏

اُس کا کفر[1] کھلا اور واضح ہوگا۔ ایسا واضح کہ گویا اس کی پیشانی پر لکھا ہؤا ہوگا۔ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا۔ یعنی دینی بصیرت اس میں مفقود ہوگی۔ اور بائیں آنکھ پھولی ہوئی ہوگی۔ یہ وہی شعلہ والا دشمنِ خدا ہے۔ جو آخری زمانہ میں پیدا ہونے والا تھا۔ اور جس کا ذکر خدائے عالم الغیب نے قرآن مجید میں اس کے خاتمہ پر بایں الفاظ فرمایا۔

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ ؕ

ابو لہب کی ساری کوششیں اکارت اور برباد گئیں۔ اور وہ خود بھی تباہ ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل میں نہ اس کا مال اس کے کام آیا۔ اور نہ اس کا کیا کمایا ؏

اَبُوْ کا لفظ عربی زبان میں بمعنے ذُو یعنے والا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ لہب کے معنے شعلہ۔ ابُو لہب یعنی شعلے والا۔ یہ شعلے والا جس کی ناکامیابی اور بربادی کی پیشگوئی قرآن مجید کے آخری حصہ میں نہایت واضح الفاظ میں کی گئی ہے یہ وہی شعلہ والا دشمنِ خدا ہے جو آپکو کشف میں دو بار دکھلایا گیا تھا کہ وہ آپؐ کے پیچھے لگا ہؤا ہے تا آپکی نماز کو بنی نوع انسان کے درمیان قائم نہ ہونے دے۔ اور بنی آدم کو جن کے متعلق یہ فیصلہ ہے اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ کہ وہ خدا کے عبد ہوں۔ انکو انسان کا بندہ بنائے رکھے اور انہیں آزاد نہ ہونے دے۔ مگر ارض وسما کے خدا نے عہد کے رسول خدا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

[1] یوحنا عارف نے بھی کشف میں یہ دیکھا کہ وہ حیوانی دجالی سمندر سے نکلا ہے اور اس کے سات سر تھے۔ ان سروں پر کفر لکھا ہؤا تھا۔ مکاشفات باب ۱۳

کو دنیا میں مبعوث فرمایا کہ وہ بنی نوع انسان کو غیر اللہ کی حکومتوں کے چنگل سے چھڑا کر ایک خدا کا عبد بنانے اور اس کو آسمانی بادشاہت میں داخل کرے۔ اس خدائے ارض و سماء نے ازل سے ہی شیطان کے آخری حملے کے مقابل پر یہ ارادہ کر لیا تھا کہ شیطان اپنے مقصد میں ناکام رہے اور انبیاء کا مقصد آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ پورا ہو۔ اس نے اپنی اس مشیت کے مطابق آنحضرت صلعم کے ساتھ ایک حتمی وعدہ کر کے اور اپنی وحی کے ذریعہ سے تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ کی خبر دے کر شیطان کی آخری شکست اور آنحضرت صلعم کی انتہائی کامیابی پر مہر کر دی ہے۔

سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالے نے جہاں شیطان کو اس کے بد ارادے کے مقابل لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ (بنی آدم کی ذریت کے منہ میں رسی ڈال کر انکو اپنا غلام بنائے رکھونگا) یوں چیلنج دیا ہے وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا۔ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا۔ یعنی جاؤ ساری کوششیں کر لو میرے بندوں پر تیرا تسلط کبھی نہ ہوگا۔ یہ چیلنج کیا ہے۔ شیطانی جد و جہد کے متعلق ایک پیشگوئی ہے جو اسنے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابل پر کرنی تھی۔ اللہ تعالے نے جہاں آپ ؐ سے یہ وعدہ فرمایا ہے وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا خدا ہی اس عظیم الشان جہاد میں تیرا کارساز ہوگا اور شیطان سے نپٹے گا۔ اس کے ساتھ ہی چند آیتیں بعد آپکو نماز قائم کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرماتا ہے۔

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَىٰ غَسَقِ اللَّيْلِ۔ زوال شمس کے لئے نماز قائم کر جو شب تاریک تک ممتد ہے۔ اور فجر کو قرآن بھی پڑھنا ہوگا۔ فجر کو جو قرآن پڑھا جائیگا وہ یقیناً اپنے ساتھ بڑے بڑے نشانات کی شہادتیں رکھے گا۔ جو تیری تبلیغ اور تیری اس نماز کو جسے تو بندے اور اس کے خالق کے درمیان قائم کرنا چاہتا ہے حد کمال تک پہنچا دیگی۔ اور شیطان کو جو اپنے لاؤ لشکر لے کر اپنے آتشی آلات سے مسلح ہو کر تیرے مقابل پر نکلے گا آخری شکست ہوگی۔ جیسا کہ انبیاء نے پہلے سے خبر دی دیں۔

دُلُوكُ الشَّمْسِ وہ گھڑی ہے جب سورج غروب ہونے لگتا ہے۔ قرآن مجید میں آپ ؐ کے زمانہ بعثت کے اس عہد کو جس میں شیطان آپ ؐ کے مقابل پر انتہائی زور لگائے گا شَرِّ غَاسِقٍ یعنی ایک نہایت شب تاریک رات سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں ابولہب کے ساتھ آخری جنگ کا خاتمہ ہو کر وہ رات حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ طلوع فجر میں تبدیل ہوگی۔ جو درحقیقت آپ ؐ کی بعثت ثانیہ ہے۔ اس کے بعد پھر آپ ؐ کا آفتاب کبھی غروب نہیں ہوگا۔ اس فجر کا آغاز ۱۳۰۰ سال گزرنے پر ہوگا جبکہ شب فاسق کا زمانہ ختم ہو رہا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ۔ الخ۔ جس فجر کی ان آیات میں قسم کھا کر اس کو بطور ایک شہادت کے پیش کیا گیا ہے وہ دس راتوں یعنی فیج اعوج کے ایک ہزار سال بعد نمودار ہوگی جس کے پہلے وہ تین صدیاں ہیں جن کو نبی کریم صلعم نے خیر القرون کہہ کر مستثنیٰ کیا ہے اور ان آیتوں میں بھی تبع تابعین اور تابعین کے دو زمانوں کو اور نیز زمانہ نبوت کو وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ کہہ کر مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یہ تینوں زمانے کل تیرہ سو سال ہوتے ہیں۔ انبیاء بنی اسرائیل کی پیشگوئیوں میں ایک دن یا ایک دن سے مراد ایک سال ہوا کرتا ہے۔ اور مذکورہ بالا آیتوں میں ایک لیل یا رات سے مراد ایک صدی ہے۔ تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ میں جو پیشگوئی کی گئی ہے اس کا تعلق شَرِّ غَاسِقٍ کے ساتھ ہے۔ اسی طرح یہاں وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ۔ هَلْ فِي ذَٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حِجْرٍ۔ أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۔ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ۔ کہہ کر بتلایا کہ جب وہ رات ختم ہو رہی ہوگی تو اس وقت دنیوی حکومتوں کا خاتمہ ہو رہا ہوگا۔ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ تیرا رب یقیناً انکی گھات میں ہے۔ انکی جہانی حکومتوں کو برباد کر دیگا۔ غرض آپ ؐ کو اس زمانہ کے لئے نماز پڑھنے کا حکم ہوتا ہے جس کو غَاسِقٍ (شب تاریک) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جس کے بعد طلوع فجر شروع ہوتی ہے فرماتا ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ اور اس شب تاریک کی وجہ سے جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں اٹھ کر اس میں اس نماز کو قائم کر۔ نَافِلَةً لَّكَ یہ تہجد کی نماز تمہارے لئے ایک بڑے انعام کی موجب ہوگی۔ جو ہم اپنے ہاتھ سے تجھے دیں گے جو تیرے ہی لئے مخصوص ہے۔ (یاد رہے کہ وحی الہٰی کے الفاظ پُر معانی اور پُر کیف ہوتے ہیں۔ اس کی حقیقت وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنکو اس کا کچھ تجربہ ہو۔ اور میں ابھی بتلاؤں گا کہ نبی کریم صلعم ان آیات سے اپنی بعثت ثانیہ اور شیطان کے مقابل پر اپنی آخری فتح و غلبہ کا وعدہ ہی سمجھتے تھے۔ جو انبیاء کے ذریعہ سے ہوتا چلا آیا ہے) ان آیات سے پہلے ان شیطانی کوششوں کا ذکر ہے جو محمد رسول اللہ صلعم کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے آپ کے دشمنوں کی طرف سے تا قیامت ہونیوالی تھیں۔ وَإِن كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا۔ الخ۔ انکی کوششوں کی انتہائی جد و جہد کے زمانہ کو شَرِّ غَاسِقٍ سے تعبیر کر کے ان آیتوں میں آپکو تسلی دی جا رہی ہے کہ خدا اس تیرے رات کے جاگنے کو جو سے اس رات بیدار ہوگا اور تیرے اعلیٰ مقام پر پہنچنے کے لئے اپنے فضل سے سامان مہیا کریگا۔ اور رات کو فجر میں تبدیل کر دیگا اور یہ فجر عظیم الشان نشانات الٰہیہ کا زمانہ ہوگا۔ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ امید ہے کہ تیرا رب تجھے اس مقام محمود پر کھڑا کر دے جس میں تیری آخری فتح اور شیطان کی آخری شکست مقدر ہے۔ وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ اور یہ دعا کرتے رہو کہ اے میرے رب مجھے اس میدان جہاد میں نہ ڈگمگانے والے قدموں کے ساتھ داخل کر اور ثابت قدم رکھ اور اس میدان سے اس وقت تک باہر نہ نکالیو

اور اپنی نجات دیکھیں۔ اور وَاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا۔ اور اس مقدس جہاد میں مجھے ایک ایسا خلیفہ عطا کر جو مقتدر ہو۔ جو تیرے حضور سے نصیر ہو کر آئے۔ یعنی پورا پورا مددگار ہو۔

اس آیت میں جو ایک دعا ہے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مقام محمود پر پہنچانے کا وعدہ کرتے ہوئے ایک ایسا مقتدر سلطان یعنی خلیفہ دیئے جانے کی پیشگوئی کی ہے۔ جو کامل طور پر آپ کا معاون و مددگار ہوگا۔ آپکو یہ دعا مانگنے کا حکم ہوا اور آپ ؐ اس حکم کی تکمیل میں نہ صرف خود دعا مانگتے ہیں بلکہ اپنی امت کو بھی یہ دعا کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ جب تم حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کی ندا سنو تو یہ دعا کیا کرو :۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ ۔
اٰتِ مُحَمَّدَ ذِالْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ؕ

اے الٰہ دعوتِ تامّہ کے رب! اور ہمیشہ قائم ہونے والی نماز کے خداوند! محمد (صلعم) کو وہ وسیلہ عطا کر جس کے دینے کا تو نے اس سے وعدہ کیا ہے! اور اس وسیلے کے ذریعہ سے اس کو وہ برتری عطا کر جس کا وعدہ انبیاء کے ذریعہ سے ہوا۔ اور اس کو مقام محمود پر کھڑا کر۔

یہ مقام محمود کیا ہے۔ وہی جس کا یسعیاہ نبی نے با یں الفاظ اعلان کیا تھا :۔

"بیابان میں پکارنے والے کی آواز آتی ہے کہ خداوند کی راہ تیار کرو اس کے راستے سیدھے بناؤ۔ صحرا میں ہمارے خدا کے لئے ایک سیدھی راہ تیار کرو۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے۔ اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں۔ دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے۔ میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا کہ دائم رہے۔ اُسوقت تک اس کا زوال نہ ہوگا اور نہ مسلایا جائیگا جبتک راستی کو زمین پر قائم نہ کرے۔ اور بحری ممالک اس کی شریعت کی راہ تکیں۔ وہ شریعت کو بزرگی دیگا۔ اور اس کے ذریعے سے

سب بشر نجات پائیں" ؛

یہ وہ مقام محمود ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مقدر تھا اور اس تک پہنچانے کے لئے ایک وسیلہ دینے کا آپ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہ وسیلہ کیا ہے۔ یہ وہی سلطانِ نصیر یعنے مقتدر خلیفہ ہے جس کے مبعوث کئے جانے کا وعدہ بصورتِ دعا آپ سے ہوا۔ خدا تعالےٰ جب کسی کو دعا کرنے کے لئے فرماتا ہے۔ تو پھر دینے کا بھی ارادہ رکھتا ہے۔ یہ سلطانِ نصیر کوئی دنیا کا بادشاہ نہ تھا جو آپ کی مدد کے لئے آپکو دیا جانا تھا بلکہ وہ نبی ہے جس کو مِنْ لَّدُنْ کی حیثیت حاصل ہونی تھی۔ اور جس کو مسیح موعود نبی اللہ کے نام سے پکارا گیا۔ جس کے متعلق آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کے سلسلے کی پہلی کڑی میں ہوں اور اس کی آخری کڑی مسیح موعود ہے۔ یہ مسیح موعود اُسی وقت مبعوث ہونا تھا جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہلاکت کے کنارے پر پہنچکر ایک نجات دہندہ کی محتاج ہونی تھی۔ اس کے پیدا ہونے کا زمانہ وہی ہے جب شیطانی حکومتوں کو ساری طاقتیں دی جاکر یہ موقعہ ملنا تھا۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ ۔ جا۔ اپنا لاؤ لشکر لے کر بنی نوع انسان کو آزما۔ اور دیکھ آیا انکی سرکشیاں اور بغاوتیں تیری حکومت سے مدھم پڑتی ہیں یا زیادہ ہوتی ہیں ؛ اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ۔ تیری اِن زور آزمائیوں سے یہی ثابت ہوگا کہ خدا کے بندوں پر تیری کوئی حکومت نہیں ؛

احباب! یہ وہ ہمارا زمانہ ہے۔ جس میں شیطان۔ انبیاء و قرآن مجید کی پیشگوئی کے مطابق ابولہب کی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا قرآن مجید کے آخر میں تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ کی پیشگوئی کرنے سے یہی سمجھانا مراد ہے۔ کہ وہ آخری فتنہ ہے۔ جس میں اللہ کا دشمن آتشی سامانوں سے اپنی حکومت کا سکہ بٹھانا چاہیگا مگر ناکامیاب ہوگا۔ اور تبت یدا ابی لہب کی پیشگوئی کے معاً بعد یہ فرمانا:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

ابولہب کا عیسائیت سے کیا تعلق ہے

اس سے یہی سمجھانا مقصود ہے۔ کہ اس کے فتنہ کا تعلق مسیحی مذہب کے ساتھ ہے۔ اور یہ کہ اُس وقت اس کو برباد کرنے کے لئے اگر کوئی ہتھیار کارگر ہے تو صرف یہ ہے کہ اس بات کا اعلان کیا جائے ہُوَ اللّٰہُ اَحَد۔ کہ وہ حاکم جس کی عبودیت کے لئے انسان پیدا کیا گیا ہے وہ ایک ہی ہے۔ یہ ابولہب وہی دجال اکبر ہے جس نے مسیحی کلیسیا سے نکلنا تھا۔ اور جس کے متعلق دانیال ؑ کہتے ہیں کہ وہ چھوٹا سا سینگ ہے۔ جو رومانی حکومت کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ نمودار ہوگا اور حق تعالےٰ کی مخالفت میں بڑے گھمنڈ کی باتیں کریگا۔ اور حق تعالےٰ کے مقدسوں سے انکی حکومت چھین کران کو ۱۸۹۸ء سے پہلے پہلے منتشر کر دے گا۔ اس کے بعد عدالت بیٹھیگی۔ اور حق تعالیٰ کے مقدس اس کی سلطنت اس سے لے لیں گے۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیں گے۔ اور تمام آسمان تلے کے سارے ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائیگی۔

یہ وہ دجال ہے جس نے مقررہ وقت کے اندر اندر حق تعالیٰ کے مقدسوں کی بادشاہت چھین کر انکی قوت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اور یہ آپ ہیں جو حق تعالےٰ کے مقدسوں کا دوسرا گروہ ہے۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ جنہوں نے دجال سے اسکی حکومت چھین کر انبیاء کی آسمانی بادشاہت کو جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی۔ دوبارہ دنیا میں قائم کرکے دنیا کی ساری امتوں اور ساری قوموں کو اس میں داخل کرنا ہے۔ آپ کا کام معمولی کام نہیں۔ بلکہ بڑا ہی عظیم الشان کام ہے۔ اور آپکی کمزوریاں بھی بے انتہا ہیں۔ اور آپ کے راستوں میں نہایت دشوار گذار پہاڑ کھڑے ہیں۔

اور یہاں پر میں نے آپکو مخاطب کرنا ہے اور آپ سے بہت کچھ کہنا ہے اور آپ میری باتیں برداشت کریں گے۔ آپ مسیح ناصری کے حواری نہیں بلکہ مسیح محمدی کے حواری ہیں۔ جو تمام انبیاء کی شان میں آیا۔ اور ایسے وقت میں آیا۔ کہ جب گمراہی کے وہ سارے حالات موجود ہیں۔ جو انبیاء کے . . . زمانوں میں متفرق طور پہ پائے جاتے تھے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ آپ کا کام عظیم الشان ہے اور بہت مشکل ہے۔ آپ اپنی مشکلات کا اس سے اندازہ کرلیں۔ کہ شیطان نے انبیاء کی آسمانی بادشاہت

کو ملیامیٹ کرنے کے لئے نئی نئی اور خطرناک سے خطرناک چالیں چلی ہیں۔ اور اس نے اللہ تعالےٰ کی مخالفت میں اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیا ہے۔ اور اس کا مقدس نام اپنی حکومت کے ہر شعبہ سے نکال کر باہر پھینک دیا ہے۔ اور مذہب جو کہ لمبے عرصہ تک انسانی اخلاق کی بنیاد رہا ہے۔ اس کو بنیاد سے اکھاڑنے کے لئے بڑی قوت کے ساتھ ظاہر ہوا ہے۔ اور فضائے عالم کو اپنے دہریانہ خیالات سے ایسا مکدر کر دیا ہے کہ ایک مذہبی انسان کا دماغ بھی پراگندہ ہونے لگتا ہے۔ اور مذہب کی حقانیت کے متعلق شکوک اور وساوس اسکو چاروں طرف سے آگھیرتے ہیں اور وہ قدوسی قدوس جو انبیاء و اہل اللہ کی ڈھارس ہے جس کے بغیر بنی نوع انسان کی سرکشی اور بغاوت شے کی نہیں اسے انسان کی زندگی میں ایک حرفِ غلط قرار دے کر اس پر قلم پھیر دی ہے۔ اور فیصلہ کیا ہے کہ اس کے کسی محکمہ میں بھی خدا اور اس کے مذہب کا نام و نشان باقی نہ رہے۔ صدق اور صاف گوئی کو حماقت و سادہ پن۔ جھوٹ اور نفاق کو دانشمندی۔ زنا اور بدکاری کو جنسین کا طبعی حق۔ اور عفت و حیاء جیسے پاکیزہ خلق کو بے معنے قرار دیتے ہوئے اخلاق کی مقدس تختی اصولی طور پر الٹ پلٹ کر دی ہے۔ حریت و مساوات و اصلاح کا دعویٰ کرتے ہوئے قوموں کی حریت کو غلامی اور انکی اصلاح کو فساد میں تبدیل کر دیا ہے۔ بقائے انسب کا معیار قائم کر کے کمزوروں کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے۔ کہ دنیا میں انہیں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ قوی کے لئے بطور کھاد کے کام دیں۔ اور انبیاء کے اس اصل الاصول کو کہ طاقتور کمزوروں کا سہارا بنیں اور اپنی طاقت انکی کمزوری دور کرنے میں صرف کریں۔ الٹا کر اپنا نصب العین یہ بنایا ہے۔ کہ کمزور طاقتور کے راستہ سے ہٹیں۔ اور اپنے ثقیل وجود سے انکی ترقی مت روکیں۔ جسقدر جلدی وہ دارِ فانی سے کوچ کر سکیں کریں۔ مکر اور فریب۔ دھوکے اور غداری کو اپنی سیاسی اغراض کے حصول کے لئے جائز ٹھیراتے ہوئے اسے ایک خوشنما شکل دی ہے۔

غرض دجل جس کے معنے ملمع سازی ہے اپنے پورے معنوں میں آج ظاہر ہے یہ زمانہ جس کی اصلاح کے لئے آپکو کھڑا کیا گیا ہے۔ اپنے اندر حق و باطل کے مخلوط نظارے

عجیب طرح سے جمع رکھتا ہے۔ پولیس کے محکمے لوگوں کی عزت اور جان و مال کی حفاظت کے لئے قائم ہیں پر ان کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے مال اور عزتیں اور جانیں بری طرح سے خورد برد ہو رہی ہیں ؂

محکمہ ہائے احتسابات بھی قائم ہیں اور عدالتیں بھی قائم ہیں۔ اور بڑی شان و شوکت اور رعب و داب کے ساتھ قائم ہیں۔ مگر انہیں جھوٹ اور باطل اور فساد اور شرارت کو رواج ہے۔ کمزور کی مدافعت کے لئے وکلاء بھی ہیں۔ مگر حمایت کا فائدہ کمزور نہیں۔ بلکہ زور آور اٹھا رہے ہیں۔ قیدخانے کئی گنا اعلیٰ پیمانہ پر ہیں مگر ڈاکوؤں اور چوروں کی کثرت ہے۔ کوتوالیاں بھی ہیں مگر زنا اور بدکاری دن بدن ترقی پر ہے۔ تربیت کی بڑی بڑی عظیم الشان درسگاہیں بھی ہیں اعلیٰ سے اعلیٰ یونیورسٹیاں تعلیم و تربیت کی موجود ہیں۔ اور انکو چلانے والے قابل سے قابل استاد و معلم میسر ہیں۔ مگر تربیت کے صحیح معنے بالکل مفقود۔ غرض سب کچھ موجود ہے مگر نتیجہ معکوس ہے۔ کیا اسکا نام دجل نہیں؟

"چور کا ہاتھ نہ کٹے اور کوئی انسان بے گناہ نہ پکڑا جائے۔ خواہ سو میں سے ننانوے مجرم چھوٹ ہی جائیں"۔ یہ شفقت و رحم کا جذبہ بھی موجود ہے۔ پر جیلوں میں چالیس فیصدی بے گناہ پڑے سسک رہے ہیں۔ اور جیلوں کی فضاء سے انکی طبیعتوں کو مجرمانہ ساخت میں ڈھالا جا رہا ہے (لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ) خوبصورت سے خوبصورت محکمہ جات موجود ہیں لیکن (وَعَدَ تُكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ) انسان کی سرکشی کے فرو کرنے کے لئے ان محکموں کے ہونے کے باوجود نتیجہ نفی ہی نفی ہے ؂

علامہ ڈمیلو اور انکے ساتھی دوسرے شارحین کہتے ہیں کہ روحانی حکومت کی دس شاخوں کے بیچوں بیچ نکلنے والا دجال کوئی اوپری چیز نہیں۔ بلکہ وہ انہی انسانوں میں سے ہوگا۔ اور نہ وہ ایک فرد کا نام ہے بلکہ وہ ایک عظیم الشان بدعت و دہریت ہے جو زمین پر پھیلے گی۔ اور وہ گناہ کا آدمی ہوگا جو شریعت کی پابندی کو لعنت قرار دیتے ہوئے خدا کے بندوں کو الٹی راہ پر لگا دیگا ؂

وہ Political Beast یعنی سیاسی حیوان ہوگا۔ جس کی سیاست[1]

---

[1] یوحنا عارف کے مکاشفات باب ۱۲ میں سمندر میں سے ایک حیوان کے نکلنے کا ذکر

کی بنیاد مکاری اور فریب کاری پر ہوگی۔ اور آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ وہ آپ کے راستہ میں آتشی ہلاک کن سامانوں کے ساتھ مسلح توپ و تفنگ لئے کھڑا ہے۔ اور اس نے آپ کے راستہ کو نہایت دشوار گزار بنا دیا ہے۔ دنیا کی ساری قوتیں اور طاقتیں اسکو دی گئی ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا خدا تعالےٰ نے اپنی اس مشیّت کو اَجۡلِبۡ عَلَیۡہِمۡ بِخَیۡلِکَ وَ رَجِلِکَ انتہائی حد تک پورا کر دیا ہے اور اس نے شیطان کو پوری پوری آزادی دیدی ہے کہ وہ اپنی حکومت کے ذریعہ سے انتہائی آزمائش کرے کہ آیا یہ انسان جو محض اس لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ خدا کا عبد ہو۔ اور اس کا دل خدا تعالےٰ کا عرش گاہ بنے۔ اس کے بہکانے میں اپنی ساری طاقت صرف کرلے۔ اور وہ دیکھیں آج دہریت و بدعت اور گناہ کا آدمی اپنی عظیم الشان حکومت کے ذریعہ سے ہر قسم کی زور آزمائی کر رہا ہے۔ اور یہ آپ ہیں جو اس کے مقابل اس غرض سے کھڑے ہیں۔ کہ اس کی حکومت کو ملیا میٹ کرکے آسمانی بادشاہت قائم کریں۔ اور آپ کا کام نہایت مشکل اور آپکی راہ نہایت ہی دشوار گزار ہے۔ آپ کے راستہ میں لامذہبیت اور دہریت اور خطرناک بدعتوں کے پہاڑ کھڑے ہیں۔ اور دلیا ور نہیں کرتا کہ یہ زائل ہونگے۔ وہ خدا کا دشمن ابلیس ابولہب آتش افگن ہتھیاروں سے مسلح ہو کر میدان میں آیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کی قائم کردہ

ہے جس کا منہ ببر کا سا ہے اور جسے اژدہا یعنی شیطان نے اپنی قدرت اور اپنا تخت اور بڑا اختیار دے دیا۔ اس کے دس سینگ تھے جن کے سروں پر کفر لکھا ہوا تھا۔ اسے بڑے بول اور کفر بکنے کے لئے ایک منہ دیا گیا۔ اور اسے بیالیس[1] مہینے کام کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور اُن پر غالب آئے۔ علاّمہ جے بی ڈمبل بی اپنی کتاب کے صفحہ ۱۹۴ پر اس حیوان کو پولٹیکل حکومت قرار دیتے ہیں جس نے سمندر میں طاقت پکڑ کر تمام قوموں پر غلبہ پایا تھا۔ اور نیز دوسری جگہ اسکو دانیال کی خواب کا چھوٹا سینگ قرار دیتے ہوئے دجال سے موسوم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:۔

"Through his policy he shall cause craft to prosper in his hand and fraud shall destroy." (P. 207).[1]

[1] بیالیس مہینے اور ایک مدت اور مدتیں اور آدھی مدت دونوں ۱۲۶۰ سال بنتے ہیں ایک مدت سے مراد ایک سال جس کے ۳۶۰ دن بحساب فی مہینہ ۳۰ دن اور دو مدتیں ۷۲۰ دن اور آدھی مدت ۱۸۰ دن۔ یہ کل ۱۲۶۰ (روز) اسرائیلی انبیاء کی پیشگوئیوں میں ایک دن ایک سال ہوتا ہے۔ یہ کل ۱۲۶۰ سال ہوئے جس میں اس دجال نے عروج پایا تھا۔

مقدس آسمانی بادشاہت کو ملیامیٹ کرنیکی فکر میں ہے اور اس سوچ و بچار میں ہے۔ کہ سارے جہان کی بجلی اپنے کام میں لائے۔ اور ایٹم ان آتشی آلامت کے ذریعہ سے ایک نفس بھی نہ چھوڑے جو خدا کی بادشاہت کا نام لے۔ ابولہب نے جنگ کی طرح نہائت خطرناک صورت پر ڈالی ہے اور میدان اسکا ہوا جاتا ہے۔ اور یہ دیکھو۔ بنی نوع انسان ارذل ترین غلامی میں جکڑے جا رہے ہیں ۞

اور اے احمدی جماعت کے مقدس فرزندو! آپ ہیں اللہ کا آخری حربہ جو اس شدید ترین آخری دشمن کے مقابل پر اس خطرناک میدان میں خدائے قہار کے ہاتھ سے پھینکا گیا ہے اور آپ نے حضرت موسیٰ کی طرح ان فرعونی حکومتوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا ہے۔ اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے مقابل پر اپنی الوہیت کا دعوٰی مت کرو۔ وَاَنْ اَدُّوْۤا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ خدا کے بندوں کو میرے حوالے کردو۔ کہ میں ان میں مسیحائی انفاسِ قدسی کا نفخ کر کے اس میں حیاتِ جاودانی روح پھونکوں اور انکو آزاد کردوں ۞

آپ اس میدان میں ابراہیم کے مقام پر کھڑے ہیں اور آپ نے ابولہب کی بھڑکائی ہوئی آگ کو مخاطب کرنا ہے اور کہنا ہے۔ ... یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ۔ اے ابولہب کی آگ ٹھنڈی ہو جا سلامتی اور اطمینان کی فضا دنیا میں پیدا کر اور ابراہیم کے دین کو برباد مت کر ۞

لوطؑ کا زمانہ اپنی ساری شہوتوں کے ساتھ متمثل ہو چکا ہے اور بنی نوع انسان کھلے بندوں بدکاری میں جا پڑے ہیں اور ایسی بیحیائی کے کام ان سے سرزد ہو رہے ہیں کہ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ اس سے پہلے اس کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ دنیا کی آسمانی کشتی ایک بڑے گرداب میں آگھری ہے۔ اور نوحؑ کا طوفانِ عظیم دنیا پر پھر برپا ہے۔ وہ طوفان پانی کا تھا اور یہ طوفان حیوانی شہوتوں کا ہے جو آندھی کی طرح امڈ آیا ہے۔ اور آسمانی بادشاہت کی کشتی جو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے تیار ہوئی تھی اس طوفانِ عظیم میں ذاتِ اَلْوَاحٍ وَّ دُسُرٍ کی سی حالت میں ہے چند ٹوٹی پھوٹی تختیاں ہیں تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ پہاڑوں جیسی موجوں کے گرداب میں چند تختے رہ گئے ہیں اس طوفانِ عظیم کی غرق کرنیوالی موجوں میں اور اس کشتی

کی بے بسی کی حالت میں یقین کیا جا رہا ہے کہ یہ کشتی اب ڈوبی۔ اب ڈوبی۔ اور آپ اس کشتی کے ملاح ہیں جنہیں خدا تعالیٰ بایں الفاظ مخاطب فرماتا ہے۔ اِصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا ہمارے حکم سے اور ہماری آنکھوں کے سامنے اس ٹوٹی ہوئی کشتی کو دوبارہ بنا۔ آپ خدا تعالیٰ کی وہ آواز ہیں جسنے یہ کہا ہے يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ۔ اے زمین یہ گندہ بدبودار پانی نگل جا۔ اور وَيَا سَمَاءُ اَقْلِعِي اے فضائے عالم صاف ہو۔ اور اس دنیا میں بنی نوع انسان کے درمیان آسمان کی مقدس بادشاہت قائم ہونے دے۔

جس مسیحائے زمان کے آپ سپاہی ہیں وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جری اللہ فی حلل الانبیاء کا لقب لیکر آیا ہے۔ اور آپ اس کے قائم مقام ہیں۔ اور اس لقب اور آپکی قائم مقامی کے یہ معنے ہیں کہ آپ نے تمام نبیوں کی امتوں کو ایک دینِ واحد پر قائم کرنا ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں:-

"خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اُن تمام روحوں کو جو متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ اُن سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا کا مقصد ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے"۔

یہ وہ عظیم الشان کام ہے جو سارے انبیاء کا قبلۂ اعمال ہے۔ اور وہ دیکھو! انبیاء کا قائم مقام جری اللہ فی حلل الانبیاء اپنا کام تمہیں سپرد کرتے ہوئے خاک میں سویا پڑا ہے۔ اپنے سینے میں یہ امید لئے ہوئے کہ تم نے یہ کام ضرور کرنا ہے۔ آپ نے اپنے تمام بھائیوں کو یوسفِ ثانی کا قائم مقام ہو کر اس یوسف کی آواز پہنچانی ہے۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَا۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اے میرے قید کے ساتھیو! کیا متعدد خدا بہتر ہیں جو تمہارے سر پر اس بہانہ سے حکومت کر رہے ہیں کہ تم سرکش ہو۔ باغی ہو اور تمہاری سرکشی و بغاوت کا یہی علاج ہے کہ تم محکوم رہو۔ یا وہ ایک اللہ بہتر ہے جسے قہاری صفت حاصل ہے اور جس کے سامنے ہی انسان کا دل جھکتا ہے اور اس کی سرکشی

ملتی ہے۔ اِنِ الحکم اِلّا لِلّٰہ حکومت خدا ہی کی ہے۔
یہ وہ پیغام ہے جسکو جری اللہ فی حلل الانبیاء نے ہمارے سپرد کیا ہے اور یہی پیغام آنحضرت صلعم کا تھا۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ۔ قُلْ ھُوَ نَبَؤٌا عَظِیْمٌ۔ اَنْتُمْ عَنْہُ مُعْرِضُوْنَ۔ خدائے واحد قہار کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اِنّما انا منذر میں تمہیں ڈراتا ہوں اور آگاہ کرتا ہوں کہ بنی نوع انسان کی سلامتی اور انکا امن ہمیشہ خطرہ میں رہے گا تا وقتیکہ وہ اپنے دلوں کو خدا تعالیٰ کی حکومت کا تجلی گاہ بنائیں۔ قُل ھو نبأ عظیم انتم عنہ معرضون۔ اعلان کرو کہ عظیم الشان پیشگوئی ہے جو مسیح موعودؑ کے ہاتھوں سے اپنی تکمیل کو پہنچیگی۔ تم اس سے منہ پھیر رہے ہو۔ کہاں تک منہ پھیرتے رہو گے؟

یہ پیغام ہے دنیا کے نام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس کے متعلق آپ کے مسیحؑ نے آواز اٹھاتے ہوئے ہیں ہدایت کی ہے کہ نرمی سے اور اخلاق سے اور دعاؤں پر زور دینے سے یہ پیغام خلقِ خدا کو پہنچاؤ۔ جو حیوانی حکومتوں کی قید میں پڑی سسک رہی ہے۔ ہاں آپ نے بڑی جرأت سے شعیبؑ کے قائم مقام ہو کر ان تاجرانہ حکومتوں سے یہ مطالبہ کرتا ہے اَنْ اَوْفُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ۔ اپنے ترازو ٹھیک رکھو اور انصاف سے کام لو۔ جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو۔ جو اپنا ہے وہ تم لو۔ اور خدا کی زمین میں فساد مت ڈالو۔ آپ نے نڈر ہو کر بڑی بہادری کے ساتھ دنیا کی فرعونی حکومتوں سے بنی حقوق کا مطالبہ کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ تم نے بہت ظلم کیا جو اپنی حکومت کے تمام شعبوں سے خدا تعالیٰ کا نام نکالدیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ تمہارے محکمے جس غرض کے لئے کھڑے کئے گئے ہیں وہ غرض نہ صرف پوری ہی نہیں کرتے بلکہ اس غرض کے بالکل الٹ کر رہے ہیں۔ یہ تمہاری یونیورسٹیاں ہیں جو تربیت کی ذمہ دار ہیں اور ہر سال ہزاروں ہزار غلام زادے تمہارے محکموں کی بھرتی کے لئے پیدا کرتی ہیں۔ اور یہ بوجہ اس کے کہ ان کے دل تقوی اللہ سے خالی ہیں انہوں نے حکومت کے تمام محکموں کو شیطان کے اڈے بنا رکھا ہے۔ پولیس کے محکمے جو رہزنوں اور بدکاروں کے لئے ہیں وہ بنی آدم کے رہزن ہیں۔ جو اپنی غربت اور مسکنت سے بے بس ہو کر اور رات کے اندھیرے کی پناہ لیکر ڈرتے ڈرتے نکلتا ہے۔ اور یہ تمہارے کارکن دن دہاڑے تمہاری حکومت کے قانون کی پناہ لیکر اور نڈر ہو کر رہزنی کر رہے ہیں جیلخانوں

میں جانے والے یقیناً اتنے مجرم نہیں ہیں جتنے کہ وہ جیلوں کے افسر جو مجرموں کی تربیت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور عقلمندوں کی رائے میں جیل کے افسر جیلوں میں بھرتی کرنے اور قیدی آزاد کئے جانے کے قابل ہیں۔ یہ پڑھ پڑھا کر کھاتے پیتے حرام خوری اور چوری کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور وہ بیچارے فقر و فاقے سے لاچار ہو کر ۔

جری اللہ فی حلل الانبیاء کے بہادر سپاہیو! آپ کا کام عظیم الشان ہے۔ اور آپ کا راستہ دشوار گذار ہے۔ آپ نے حکومتوں کو مخاطب کرنا اور کہنا ہے۔ تمہارے یہ محکمے اور انتظامات عدل اور سچائی کی روح سے خالی ہیں۔ اور بغاوت اور سرکشی کے کامل مظاہرے ہیں۔ اور انکی سرکشیاں نہیں مٹینگی جبتک کہ ان یونیورسٹیوں اور درسگاہوں میں خداتعالےٰ کا نام قائم نہیں کیا جاتا۔ تم نے حکومتوں سے ایک عظیم الشان جنگ چھیڑنی ہے۔ تلوار کی جنگ نہیں بلکہ ذہنی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دیتے ہے۔ ان کے تاج و تخت اور دولتیں چھیننے کے لئے نہیں بلکہ ان سب کو انبیاء کی آسمانی بادشاہت میں جو آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے قائم ہوئی داخل کرنے کے لئے۔ وہ بادشاہت جس کو چھوٹا سینگ بڑا ہو کر لکھا گیا ہے۔ تم نے اس زبردست سینگ کی جس کی آنکھیں بھی ہیں اور انسان کا سا منہ بھی ہے۔ جو دنیا کی تمام حیوانی حکومتوں سے زیادہ رعب دار اور ہیبت ناک ہے۔ اور جو خداتعالےٰ کی مخالفت میں بڑے گھمنڈ کی باتیں کرتا ہے۔ اس سینگ کا مقابلہ کرنے کے لئے تم رحمان کا آخری ہتھیار ہو۔ اپنی تئیں دیکھ لو کہ تمہاری روح کی دھاریں کہاں تک تیز ہیں۔ آپ رحمان کے آخری بگل ہیں۔ جو اس کے مسیحا نے پھونکا۔ پس جبتک اپنے اندر مسیحائی نفخ کا روح القدس پورے طور پر نہ بھرو گے۔ تمہاری آواز بے جان اور تمہارا کام بے حقیقت ۔

احباب آپ کا کام نہایت عظیم الشان اور پُرخطر ہے۔ اور آپکی تیاری دیکھ لیں کہیں بودی نہ ہو۔ انسانی دماغ تصور نہیں کرسکتا۔ اور دل باور نہیں کرتا کہ ان ہی بوتوں پر اس میدان جہاد میں ہم ابولہب کے مقابل پر کامیاب ہوں۔ اور ہمارے ہاتھوں تبت یدا ابی لہب کی پیشگوئی پوری ہو۔ انسانی عقلیں کہتی ہیں کہ یہ کیسے ہوگا۔ لوگ ہم پر ہنس رہے ہیں اور ہمیں حقیر سمجھ رہے ہیں۔ مگر خداتعالےٰ کے ...

کام بالکل نرالے ہیں اور اس کی شان بالکل عجیب۔ وہ ہر زمانے میں ایسا ہی کرتا چلا آیا ہے۔ کہ ایک حقیر درماندہ قوم میں اپنا رسول بھیجتا۔ اور اس کے ذریعہ سے اس کے اندر ایمانی روح پھونکتا۔ اور دیکھتے دیکھتے اسی درماندہ قوم کے ذریعہ سے فراعین زمانہ کے تختوں کو الٹتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں وہ خدا ہوں۔ اور یہ وہ انسان ہیں جو میری حکومت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ ان کی آزادی کو دیکھو۔ اور ان کی پاکیزگی کا مشاہدہ کرو۔

اسی طرح اب بھی ہوگا۔ اور یقیناً ہوگا۔ اور دنیا دیکھیگی۔ کہ وہ سینگ جس نے حق تعالے کے مقدسوں سے آسمانی بادشاہت چھین کر اس کی جگہ اپنی حیوانی بادشاہت کی بنیاد ڈالی۔ اور ساری زمین کو عجیب طرح سے لتاڑا۔ اور اس نے حق تعالے کے مقدسوں کو ابتلاء میں ڈال دیا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ وقتوں اور شریعتوں کو بدل ڈالے۔ وہ سینگ آپ کے ہاتھ سے ضرور توڑا جائیگا۔ اور جس طرح اب تک انبیاء کی سابقہ پیشگوئیاں اپنے اپنے وقت پر بر آئیں۔ یہ پیشگوئی بھی اپنے وقت پر ضرور پوری ہوگی۔ اور حق تعالیٰ کے مقدسوں کے ذریعہ سے انبیاء کی آسمانی بادشاہت جو آنحضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے صحرائے عرب میں قائم ہوئی۔ دوبارہ قائم کی جائے گی۔ اور تا ابد رہے گی۔ اور اس کو زوال نہ ہوگا۔ اور آپ کے ہاتھ سے خدا تعالے کی یہ مشیئت تبت یدا ابي لهب پوری کرکے ایک نئے آسمان اور ایک نئی زمین کی بنیاد ڈالے گا۔ اور ساری دنیا طہارت و پاکیزگی کا لباس پہنے گی۔

قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ

بنی نوع انسان اپنے سارے جتن کر چکے ان کی تدبیروں سے پہاڑ ان کے راستے سے ہٹ گئے۔ مگر انسان ان کی تدبیروں کے ساتھ اپنی

سرکشی سے نہ ہٹتا۔ اور بغاوت سے باز نہ آیا۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ط

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ط

مگر مت خیال کرو۔ کہ اللہ تعالٰے اس وعدے کی خلاف ورزی کریگا جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا۔ اللہ عزیز ہے۔ اس کی صفات کا طبیعی میلان یہ ہے کہ وہ غالب ہوتی چلی جائیں۔ ذو الانتقام۔ یعنی بنی نوع کی سرکشی کا بدلہ اپنی قہری تجلی سے لینے والا ہے۔

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

اسدن نئی زمین اور نئے آسمان ہونگے اور بنی نوع انسان اور اللہ تعالٰی کے درمیان کوئی حجاب نہ رہیگا۔ اور ایک اللہ کے سامنے محاسبہ کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور اس کی قہاری تجلی کا نمونہ دیکھیں گے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

یہ پیغام ہے تمام لوگوں کے لئے۔ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ اور انہیں اسکے ذریعہ سے آگاہ اور ہوشیار کیا جائے۔ اور ڈرایا جائے۔ کہ انکی سلامتی اسوقت تک خطرے میں ہے جبتک کہ ان کا دل خدا تعالٰے کی حکومت کا تخت گاہ نہیں بنتا۔ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ط اب تو انہیں علم ہو جانا چاہیئے کہ انسان کا ایک ہی خدا ہے اور چاہیئے کہ عقل مند اس سے عبرت حاصل کریں۔ کبتک وہ انسان کو غیر اللہ کا عبد بنائے رکھیں گے؟ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ اب تو ساری تدبیریں کر چکے اور دیکھ لیا کہ انسان کی سرکشی اور بغاوت بغیر خدا تعالٰی کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے دور نہیں ہو سکتی۔

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ط لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ط

ھذا بلاغ للناس

یہ وہ پیغام ہے جو آپ نے لوگوں کو پہنچانا ہے۔ اور اس خوبی سے پہنچانا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی مشیّت پوری ہو۔ اور انبیاء کی آسمانی بادشاہت اپنے پورے جلال کے ساتھ بنی نوع انسان کے درمیان قائم ہو جائے۔ آپکے ہی ہاتھوں سے شیطان کی آخری جنگ کا خاتمہ مقدر ہے۔ اور یہ کام ایسے وقت میں آپ کے سپرد ہوا ہے۔ جبکہ ابلیس عدو اللہ آتشی ہتھیار پہنکر جنگ کے لئے نکلا ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ آپ کہاں تک اس کے لئے تیار ہیں۔ آپ کو یہ حکم ہوا ہے۔ قل ھو اللہ احد کہ تم اس وقت اعلان کرنا کہ وہ اللہ ہی ایک ذات ہے۔ جو عبودیت کے لائق ہے۔ یہ تمہارا اعلان تبت یدا ابی لھب کی پیشگوئی کو پورا کرنے والا کاری ہتھیار ثابت ہوگا۔ اور اسی کے ذریعہ سے شر غاسق کی پُر شر تاریک رات نور کے ساتھ مبدل ہو گئی۔

اور اسی سے لوگ رب الناس ملک الناس الٰہ الناس کی پناہ میں آکر انسانی خداؤں اور بشری حکومتوں سے ہمیشہ کے لئے آزاد ہوں گے۔

قرآن مجید کے آخر میں سورۃ ابی لھب کے بعد ان تین سورتوں یعنی قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس بالترتیب بیان کرنے سے یہی سمجھانا مطلوب ہے۔ کہ آپ کی آخری جنگ ابولہب کے ساتھ ہوگی۔ جس کو نبی کریم صلعم نے معراج کی رات دیکھا۔ کہ وہ آگ کے شعلے لیکر آپ کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ کلما التفتُّ رأیتُہٗ جب کبھی مڑ کر دیکھتا ہوں اسے اپنے پیچھے ہی دیکھتا ہوں۔ ثم قلت اعوذ باللہ ثلث مرات پھر میں نے تین بار کہا اللہ تعالیٰ کی پناہ ہی تجھ سے لیتا ہوں۔ ان آخری تین سورتوں میں اسی پناہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اس ابولہب سے نجات کا ذریعہ صرف توحید کا اعلان ہے اور بنی نوع انسان کا ایک خدائے قدوس کی پناہ میں آجانا ہے۔ جس کی مملکت مقدس اور بے عیب ہے۔ پس آپ خدا تعالیٰ کا آخری حربہ ہیں۔ جو شیطان کے

آخری حملہ کے لئے تیار کئے گئے ہیں۔ آپ اپنے تئیں دیکھ لیں کہ آپ کی دھاریں کس قدر تیز ہونی چاہئیں۔ اور آپ کی روح کو کس قسم کے صیقل کی ضرورت ہے۔ اور آیا جس میدان میں آپ نے قدم رکھا ہے۔ اس میں کھڑے ہو کر قدم پیچھے ہٹایا جا سکتا ہے یا کیا دنیا کا مال و متاع اس راہ میں آپ کے لئے کوئی روک بن سکتا ہے؟

اگر آپ کی دنیا اس عظیم الشان مقصد کی روک بن سکتی ہے۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی دیکھ لیں کہ کون سی چیز اس راہ میں روک بنیگی۔ آپ کی دنیا کی حیثیت جیفۂ مردار سے بڑھکر نہیں ہے۔ کیا یہ بھی کوئی زندگی ہے۔ جو ہماری زندگی ہے؟ غلاموں سے اگر بدتر نہیں تو اس سے بہتر بھی کسی صورت میں نہیں۔ ہندوستان کے باہر یورپ و امریکہ کے ملکوں میں مسلمانوں کا نام ان معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جن معنوں میں کبھی یہودی کا لفظ اور آج چوہڑے کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اگر کوئی ماں اپنے بچے کو میلا دیکھتی ہے۔ تو وہ حقارت سے کہتی ہے۔ "Get away dirty muslim"

مسلمان کا لفظ گویا میلے پن اور گندے پن کا تصور ان کے ذہنوں میں پیدا کرتا ہے۔ اور اس کا اثر یہ ہے۔ کہ میں نے عرب کے ملکوں میں دیکھا ہے کہ ایک مسلمان اپنے تئیں ایک اجنبی سے تعارف کراتے ہوئے یہ ظاہر کرنے سے جھجکتا ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ اور اپنی مسلمانی کو چھپاتا ہے۔ اس قسم کے واقعات میں نے بہت دیکھے اور بہتوں نے میرے سامنے صاف الفاظ میں اس بات کا اظہار کیا۔ کہ اسلام اور مسلمان کے متعلق اہل یورپ و امریکہ کے ذہنوں میں ایک نہایت گھنونا خیال پیدا ہو چکا ہے۔ یہ آپ کی حیثیت ہے اجنبی قوموں کی نظر میں اور آپ کی حیثیت اس ہندوستان کی سرزمین میں جو آپ کا وطن ہے۔ اور آپ کی پیدائش گاہ ہے۔ اتنی گری ہوئی ہے۔ کہ شائد اس کا تصور کرنا ہی مشکل ہو۔ ہندوستان کی سرزمین میں اس کی ہر ایک چیز مقدس ہے۔ پہاڑ مقدس ہیں دریا مقدس ہیں۔ پتھر مقدس ہیں۔ درخت مقدس ہیں۔ گائے بیل مقدس ہے۔ بلکہ اس کا پیشاب بھی مقدس ہے۔ اگر نہیں مقدس تو ایک مسلمان کا وجود مقدس نہیں۔ اس کو ناپاک اور بھرشٹ سمجھا جاتا ہے۔ اتنا ناپاک کہ نہ صرف اسکو چھونے سے ہی پرہیز کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ مسلمان کی ناپاکی نہ صرف دوسرے انسان کے وجود

کو ہی بلکہ اس کی ساری چیزوں کو بھی ناپاک کردیتی ہے۔ یہ آپ کی حیثیت ہے اپنے ہم وطنوں کی نظروں میں اور مسلمانوں کی حیثیت آج اُن کے خدائے قدوس کی نظر میں یہ ہے کہ ملک اٹلی اور بلقان کی لڑائی میں اور نیز اس جنگ عظیم میں ان کے بوڑھوں اور بچوں پر ارتلینیا اور بلقان کی سرزمین میں تیل کے پیپے انڈھیل کر زندہ جلا دیا گیا۔ اور ان کی عورتوں سے مسجدوں میں زنا کیا گیا۔ اور ان کی حاملہ عورتوں کو دیواروں سے کھڑا کرکے ان کے پیٹ چاک کردئے گئے۔ اور ان کی آہ وبکا اور گریہ و زاری کی چیخیں آسمان تک پہونچیں۔ مگر خدائے قہار کے عرش کو جنبش نہ ہوئی اور زمین بے حس وحرکت رہی۔ اور لوگوں کے آنسو خشک ہوگئے۔ یہ حیثیت ہے آج ان کی خدا تعالیٰ کی مملکت میں۔ اور بنی نوع انسان کے درمیان۔ اور مسلمانوں کی جو حیثیت اُن کی اپنی نظروں میں ہے اُس کا اِس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ان کے وہ علما، جو کسی زمانہ میں اپنی عظمت میں یہ شان رکھتے تھے۔ کہ بادشاہ ان کے لئے ان کی آمد پر اپنے تخت چھوڑ کر قدموں پر کھڑے ہوجاتے۔ اور ان کے استقبال کے لئے آگے بڑھتے تھے۔ آج اِن علماء کی آپ کی نظر میں یہ عزت ہے کہ جو گرے سے گرا ہوا لقب خیال میں آسکتا ہے۔ وہ ان کو آپ کی زبان سے دیا جاتا ہے۔ ملوانٹے۔ قل اعوذ یئے۔ گوگئے جمعراتی۔ کھڑکنے۔ اور یہ آپ کے لقب اس بات کی دلیل ہیں کہ مسلمان انتہائی ذلت کے گڑھے میں گرے ہوئے ہیں۔ اور اگر اپنی ذلت کا کچھ اندازہ کرنا ہو تو جیلوں میں جاکر دیکھیں۔ کہ وہ کس قوم کے لوگوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ بدمعاش اور لفنگے پن کے بازاری تو مسلمانوں کے نام سے ہیں۔ جیل خانہ ہیں تو ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ پاگل خانہ ہیں تو ان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ قہوہ خانے اور شراب خانے اور جوئے خانے سب مسلمانوں کے طفیل آباد ہیں۔ اور تمام شیطان بازیاں ان کے نام سے ہیں۔ نہ علم ہے نہ عقل نہ اخلاق ہیں نہ دولت۔ نہ صنعت ہے نہ تجارت نہ کوئی پیشہ ہے نہ کوئی ہنر۔ خانہ ویرانی ہے۔ اور بدمستیاں ہیں۔ یہ حیثیت ہے اسلامی دنیا کی۔ اور وہ عظیم الشان مقصد ہے آپ کا۔ آپ اب خود فیصلہ کریں۔ کہ کہاں تک اپنی اس دنیائے دوں کو اپنے اس مقدس کام کی سرانجام دہی میں حائل ہونے دیں گے۔ اور کہاں تک

آپ کو امید ہے۔ یہ تھوڑی بہت دنیا آپ کے ہاتھوں میں ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی طرح ہے۔ اس کا تیل ختم ہے۔ اور سوائے بدبودار دھوئیں اور تلچھٹ کے اس میں کچھ باقی نہیں۔ ہماری اس گندی اور گری ہوئی حالت میں خدا تعالےٰ نے اپنی ربوبیت کی شان پھر اسی طرح دکھلانا چاہا ہے جس طرح کہ وہ ہمیشہ دکھلاتا ہے۔ اور گوبر اور مزبلہ جیسی چیزوں سے ایک خوشنما سبزہ زار پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح وہ اب بھی کرنا چاہتا ہے اور اس نے آپ کو توفیق دی ہے۔ کہ اس کے مسیح کو پہچانیں۔ جو رات کی انتہائی تاریکی اور بے خبری کے عالم میں اپنے وقت پر اور اپنے مقرر کردہ نشانوں کے ساتھ آیا اور پیشتر اس کے کہ وہ آسمان سے اپنے جلال کے ساتھ اترے۔ اور جبکہ ابھی وہ نور درمیانی آسمان میں بادلوں کے پیچھے ہے آپ نے اس کو پہچانا۔ وہ آپ کو آسمان پر بلاتا ہے۔ تا زمین سے آسمانی ہو کر آپ اپنے پورے جلال و قدرت کے ساتھ بنی نوع انسان کے درمیان اتریں اور ان کے درمیان محمد رسول اللہ صلعم کی کھوئی ہوئی آسمانی بادشاہت کو از سر نو قائم کریں۔ اور مسلمانوں کی تاریک رات جس کی شدید تاریکی سے قرآن مجید کے اخیر میں شر غاسق اذا وقب کہہ کر ڈرایا گیا تھا۔ اسکو دن کی روشنی کے ساتھ بدل ڈالیں۔ یہ کام آپ نے کرنا ہے۔ اور دیکھ لیں کہ صرف چند پیسوں کا چندہ دیکر یہ کام کہیں ہو سکتا ہے۔ یا ھو اللہ احد کی دھیمی اور کمزور آواز سے جو نہایت محدود دائرے میں چکر لگا رہی ہے ساری دنیا کو پیغام حق پہنچانے کا حق ادا کیا جا سکتا ہے؟

آپ ہی وہ مقدس لوگ ہیں جن کو دانیال نے رات کی رؤیتوں میں دیکھا تھا کہ حق تعالےٰ کے مقدسوں کا ایک دوسرا گروہ ایک مدت۔ مدتیں اور آدھی مدت گزرنے کے بعد اٹھا ہے۔ اور اس نے دجالی فتنے کو پاش پاش کر دیا ہے۔ اور آپ ہی وہ مبارک لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ایک ہزار تین سو برس پہلے یایھا الذین امنوا ھل ادلکم علی تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم کہتے ہوئے آپ کو بایں الفاظ مخاطب کیا تھا۔ یا ایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ اے ایمان لانے والو اللہ کے مددگار ہو جاؤ۔۔۔۔ کما قال الحواریون نحن انصار اللہ اسطرح

قادیانی مقدسوں کا دوسرا گروہ

جس طرح کہ حواریوں نے مسیح ناصری کی آواز پر کہا تھا۔ ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ آپ ہی وہ لوگ ہیں جن سے زمین و آسمان کا بادشاہ فاصبحوا ظاھرین کہتے ہوئے وعدہ کرتا ہے۔ کہ ان کے مغلوب ہونے کے بعد ان کو شیطانی لاؤ لشکر پر غلبہ دیا جائیگا۔ اور ان کے ہاتھوں اس کی طاقت ہمیشہ کے لئے توڑ دی جائیگی۔ پس کیا ہی مبارک ہیں آپ جن کو خدا تعالیٰ اپنے انصار قرار دیتا ہے۔ اور جن کو انبیائے حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کے نام سے یاد کیا ہے۔ اور کیا ہی خوش قسمت ہیں یہ مقدس لوگ جن کے ہاتھوں سے خدا تعالیٰ اپنی آخری مشیئت اس دنیا میں پوری کرنا چاہتا ہے۔ آپ اپنی قیمت کا اندازہ اس کام سے لگائیں جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے اور اپنی ہمتوں کو بلند کریں نہ ان چند پیسوں سے جو جیب سے نکالکر آپ اس راہ میں دیتے ہیں۔ ان کی اس راہ میں کچھ بھی حیثیت نہیں۔ ابھی تو آپ نے بہت بڑا کام کرنا ہے جس کے لئے جانوں کا مطالبہ پہلے سے ہی ہو رہا ہے۔ تجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم و انفسکم تم نے مالوں سے بھی جہاد کرنا ہے۔ اور اپنی جانوں سے بھی آپ نے ایک بہت ہی خطرناک میدان میں قدم رکھا ہے۔ جہاں سے آپ سلامتی کے ساتھ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ہلاکت پیچھے ہٹنے میں ہے۔ اور سلامتی آگے بڑھنے میں ہے۔ اس لئے کہ آپ خدا تعالیٰ کی حجت کے ماتحت ہیں۔

آپ نے خدا تعالیٰ کے زندہ نشان اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کئے ہیں۔ اور آپ نے بہت انہونی باتیں دیکھیں اور آپ یہ کہکر پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ کہ انبیاء کی آسمانی بادشاہت دنیا میں قائم نہیں ہوگی۔ ضرور ہوگی۔ اور آپ کے ہاتھوں سے ہوگی۔ آسمان ٹل جائیں پر یہ بات نہیں ٹلیگی۔ پوری ہو کر رہیگی۔

زمین و آسمان کے حقیقی بادشاہ نے اب یہ ارادہ یقیناً کر لیا ہے کہ باطل الہوں کی حکومت کے تخت الٹا دیئے جائیں۔ اور اس نے یہ کہکر کہ دیکھو میں اب ان بادشاہوں کو دنیا سے رخصت کر بیٹھے والا ہوں۔ ان کے تختوں سے ان کو یکے بعد دیگرے اتارنا شروع کر دیا ہے۔ قد مکروا مکرھم وعند اللہ مکرھم و ان کان مکرھم لتزول منہ الجبال فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ ان اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ انسان اپنی ساری تدبیریں کر چکا۔ اور اس کی سرکشیاں گھٹنے میں نہ آئیں۔ بلکہ دن بدن بڑھتی گئیں۔ اب خدا نے چاہا ہے ایک تجلی دکھلانے والا ہے اور انتقام پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اور اس کی تجلی کا ظہور اس سے ضرور ہے کہ انسان کی سرکشی اور بغاوت مٹے۔ اور ایک نیا آسمان اور نئی زمین ہو۔ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا أَنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ۔

یہ ایک پیغام تھا جو تمام لوگوں کو پہنچانا تھا۔ اور انہیں اس کے ذریعہ سے ڈرانا تھا۔ اور آپ سن چکے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مسیح موعود کے ذریعہ بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد

اور آپ وہ انذار بھی سن چکے ہیں جس کے ذریعہ سے اس کے مسیح موعود نے تمام دنیا کو بایں الفاظ مخاطب کرتے ہوئے قبل از وقت آگاہ کیا تھا "وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں۔ کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی۔ . . . یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے۔ اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے۔ ظاہر ہو گئے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کر سکتا میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک وقت تک خاموش رہا۔ اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے۔ اور وہ چپ رہا

مگر اب ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائیگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کے امان کے نیچے سب کو جمع کر دوں۔ یہ ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے۔ وہ ایک کیڑا ہے۔ نہ کہ آدمی۔ جو اس سے نہیں ڈرتا۔ وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۵۶)

آپ یہ سب کچھ سن چکے ہیں۔ اور دیکھ چکے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی قہاری تجلی نے دنیا کو کس طرح پکڑا اور اسکے غضب کی آگ ان پر چاروں طرف سے برسائی گئی۔ جس نے آبادیوں اور بستیوں کو خاک سے ملا کر ویرانہ کر دیا۔ اور پانچ سال تک انہیں ایک بڑی گھبراہٹ میں ڈال کر ان کو اپنے غضبوں کے ایسے ہیبت ناک مقام کے نیچے کھڑا کر دیا کہ ارکانِ حکومت آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائے ہوئے رحم کی درخواست کرتے ہوئے ہاتھ باندھ کر اپنے زانوؤں کے بل نیچے اٹھایا گر پڑے۔ اور جنگ عظیم کے آخری دو سالوں میں روزانہ ہیبت انگیز سے تمام گرجوں میں الاماں کی دعائیں باقاعدہ ہوتی رہیں۔ اور اس عذاب الٰہی کی نازک ترین گھڑیوں کا میں نے بھی مشاہدہ کیا ہے جبکہ بلاد غربیہ میں جنگ عظیم کی وجہ سے محصور تھا۔ اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے دمشق میں نہ صرف جنگ عظیم کی آفتوں کو بلکہ بلائے دمشق کی آگ کو بھی دیکھا ہے! اور میں ہی جانتا ہوں کہ وہ کیا آفتیں اور کیا آگ تھی۔ لوگ گھبراہٹ کی وجہ سے میدانوں میں حیران و سراسیمہ مارے مارے پھرتے تھے اور وہ قحط اور بھوک کی شدت کی وجہ سے مرداروں کو نوچتے تھے۔ اور کتے ان کو غراتے تھے۔ اور وہ کتوں کو دھتکارتے تھے۔ گویا مردار پر کتوں اور انسانوں کے درمیان جنگ ہے۔ اور شدت بھوک کی وجہ سے آدمی چلتے چلتے زمین پر گر پڑتا۔ اور جانبر نہ ہو سکتا۔ میں نے بیروت کے بازاروں میں ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک ان بھوک کے انسانی مردوں کی نعشیں پڑی دیکھیں۔ اور سپاہیوں کو دیکھا کہ وہ گھسیٹتے ہوئے جنگلوں کی طرف انہیں لیجا رہے ہیں۔ اور دمشق کے ایک بازار میں ایک شخص کو جو بھوک کی وجہ سے میرے سامنے گرا ہے۔ اپنے کالج کے سپرنٹنڈنٹ کے ذریعہ سے اس کے منہ میں خوراک ڈالنے کی کوشش

کی مگر اس کے وہ آخری نفس تھے ۔ یہ نظارے بکثرت دیکھنے میں آئے ۔ اور جب
دمشق ۱۹۱۸ء میں فتح ہوتا ہے ۔ یا جس وقت بلائے دمشق ۱۹۲۶ء میں نازل ہوتی
ہے ۔ تو وہ دونوں نظارے نہایت ہیبتناک تھے ۔ اور دونوں وقتوں میں خدا تعالیٰ
کی عجیب شان ہے کہ مجھے جنگ کی گھمسان سے نکال کر پاس کی پہاڑیوں پر پہنچایا گیا تا بہر
بلند مقام سے خدا تعالیٰ کے غضب کی آگ کا مشاہدہ کروں جو آسمان سے برس رہی تھی ۔ اور جس کی قاتوں نے شہر
کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا ۔ اور زمین لرز رہی تھی ۔ تَضَعُ ذاتُ حَملٍ حَملَھا سے
دہشت کے مارے حاملہ عورتوں کے حمل گر رہے تھے ۔ اور آخری موقعہ پر مولوی جلال الدین
صاحب شمس بھی میرے ساتھ تھے ۔ اور وہ شہادت دے سکتے ہیں ۔ کہ ہم نے ایک آدمی
کو روپے سے مدد دی ۔ جو روتا ہوا گھبراہٹ میں ہمارے پاس آیا ۔ اور جو معہ اپنی
بیوی بچوں کے کسی دوسری جگہ پناہ ڈھونڈ رہا تھا ۔ تو توپ گولہ پاس ہی گرتا ہے ۔
اور پھٹتا ہے اور حمل گر جاتا ہے ۔ اور جنگ عظیم کے دہشتناک نظاروں کے سامنے
بلائے دمشق کا نظارہ ایک بالکل معمولی نظارہ تھا ۔ وہ خدا کے غضب کا ایک جہنم
تھا جو بنی نوع انسان کی شرارتوں کی پاداش میں بھڑکا گیا تھا ۔ اور سارا جہان
خدائے قہار کی قہاری تجلی سے سہما ہوا اور بحالت زار میں تھا ۔

"زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار"

اور آپ سن چکے ہیں کہ وہ زار قیصر روس جو کسی وقت بادشاہوں کا بادشاہ
اور انسانوں کا سجدہ گاہ اور قبلہ بنا ہوا تھا ۔ اور کوئی نہ تھا جو اس کی ہیبت کی وجہ سے
اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ۔ کس طرح اس پیشگوئی کے بعد خدا تعالیٰ کی قہاری
تجلی کے ساتھ پکڑا گیا ۔ اور اپنے پرستاروں کے ہاتھوں ایسا ذلیل و خوار ہوا کہ اس
کی داستانیں سنتے تن بدن پر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۔ اور جب اس کی یہ حالت ہو
رہی تھی تو میں جو مسیح موعود کا حواری ہوں قریب سے ہی زاغروس پہاڑ کے
پہلو میں اور خلیج وان کے جنوب میں بیٹھے ہوئے یہ سارا نظارہ گویا اپنی آنکھوں سے
دیکھ رہا تھا ۔ اور ان لوگوں کی زبانوں سے سن رہا تھا ۔ جو اس کے ساتھ یہ حشر
کر رہے تھے ۔ اس کی قوم میں یکایک ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے ۔ اور کیا ہے وہ اس کی

تخت سے اتارنے اس کے بیوی بچوں سمیت قید خانہ میں ڈالکر اردگرد پہرے لگاتے ہیں
اور آسمان کا بادشاہ حکم دیتا ہے کہ یہ میری قہاری تجلی کا عظیم الشان نشان ہے
جو دنیا میں بطور ایک تمہید کے قائم ہوگا۔ اسپر رحم نہ کرنا اور اس کی حالت پر ترس
نہ کھانا اور ان پہرے داروں کے دل ایسے پتھر ہو جاتے ہیں کہ اس کا اکلوتا بچہ بیمار
ہوتا ہے اور ڈاکٹر مشورہ دیتے ہیں کہ اس کو صرف دودھ دیا جائے اور قیصر روس
اپنی قوم کے پہرے داروں سے اپنے بیمار بچوں کے لئے دودھ مانگتا ہے۔ اور وہ اس
کے لئے دودھ مہیا کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ دلوں کے انتقام کی عجیب کیفیت تھی
وہ انسان کا انتقام نہ تھا۔ خدائے قہار کا انتقام تھا جس نے ان کو سنگ دل بنا
دیا تھا۔ وہ پہرے دار اس کے کمرے میں جب چاہتے رات کو دن کو بے دھڑک داخل
ہوتے۔ اور دیوار پر اس کے اور اس کی بیوی اور دو شیزہ لڑکیوں کی آنکھوں کے
سامنے بڑی بے حیائی سے فحش اور ننگی تصویریں بناتے۔ اور گالیاں دے کر کہتے
کر دیکھ بے حیا۔ خائن وطن تماشہ دیکھ۔ ان بے حیاؤں نے یہاں تک بے حیائی سے
کام لیا کہ اس کی دو شیزہ لڑکیوں کے ساتھ ان کے ماں باپ کی آنکھوں کے سامنے
زنا بالجبر کیا اور اس کو یہ سکت نہ تھی کہ وہ اپنی آنکھوں کو بند کرتا۔ کیا اس
سے بھی بڑھکر کسی کی زاری کی حالت ہو سکتی ہے؟ اس کے آخری گھڑیوں کا نظارہ
بھی نہایت ہی ہیبت ناک ہے۔ آدھی رات کو باغی اس شہر کو گھیر لیتے ہیں۔ جس میں
وہ پناہ گزین ہے اور وہ شخص جو اس کی حکومت کے زمانہ میں اس کے بے شمار
احسانوں کی وجہ سے اس کا مرہونِ منت بن چکا تھا اس کے پاس آتا ہے اور اس کے
کان میں کہتا ہے۔ باغی شہر کی فصیل تک پہونچ گئے۔ اٹھو تمہاری نجات کی راہ
میں نے سوچ لی ہے۔ وہ اور اس کی بیوی دونوں چونک پڑتے ہیں۔ اور نجات کی
امید کی خوشی میں اپنے اس نجات دہندہ کے ہاتھوں کو شکریہ کے ساتھ بوسہ دیتے
ہیں اور بچوں سمیت بالاخانہ سے اتر کر اپنے نجات دہندہ کے پیچھے چلتے ہوئے
ایک تہ خانہ میں پہونچتے ہیں۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کمرے کے چاروں کونوں میں
پستول تھامے چہرے چھپائے ہوئے کالی وردیوں میں موت کے سپاہی کھڑے

ہیں - اس کے بیمار اکلوتے ننھے بیٹے کو جو بمشکل گیارہ سال کا تھا - زار اور زارینہ بھی آنکھوں کے سامنے پستول سے گھائل کرتے ہیں - اس کے بعد اس کی بہن کو اسی طرح گرا دیتے ہیں - پھر اس کی بیوی کو پھر زار کو اور اس کے بعد اس کی نہایت خوبصورت لڑکی کو جس کا نام غالباً اولغا تھا - ہلاک کرتے ہیں - جونہی کہ وہ لڑکی زمین پر گرتی ہے اس کا ایک کتا جسے اس نے بہت پیار سے پالا تھا جھپٹا اور اس کے سینہ پر اپنا منہ رکھتا ہے اور وہ سپاہی پستول سے اس کو بھی وہیں سینے پر سلا دیتے ہیں ۔*

یہ نظارہ تھا اس کمرہ کا جو زمین کی تہ میں اور رات کی تاریکیوں کے پس پردہ خدا تعالیٰ کی قہاری تجلی کا آماجگاہ بنا ہوا تھا ۔ مقرنین فی الاصفاد تغشی وجوھھم النار خدائے قہار کی تجلی کے ماتحت ان جکڑے ہوؤں شاہی قیدیوں کے مونہوں کو انتقام کی آگ ہلاک کر رہی تھی وہ خون میں زار و نزار تڑپ رہے تھے - اور کوئی نہ تھا جو ان پر رحم کرتا - ایک کتے نے شفقت کا اظہار کیا اور وہ بھی ان کے ساتھ اسی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا - اور اس کے بعد ان کو اکٹھا کر کے کمبلوں میں باندھ لاریوں پر سوار کر کے ایک جنگل میں لے جا کر تیل کے پیپے انڈیل کر انہیں خاک سیاہ کر دیا - اور بڑی جستجو کے بعد کہیں آج ان کا نشان ملتا ہے - کہ یہاں پر خدائے قہار کے غضب کی آگ نے انہیں بھسم کیا تھا -

فلا تحسبن اللہ مخلف وعدہ رسلہ - ان اللہ عزیز ذو انتقام
یوم تبدل الارض غیر الارض والسموت وبرزوا للہ الواحد القہار
وتری المجرمین مقرنین فی الاصفاد .... تغشی وجوھھم النار

کیا اس سے بڑھ کر قہاری تجلی کا کوئی نمونہ ہو سکتا ہے!! علامہ ڈمیل بی دانیال اور دیگر انبیاء کی پیشگوئیوں کو سامنے رکھ کر ایک حساب لگاتا ہے - اور کہتا ہے - کہ ضرور ہے کہ نجات دہندہ جس کے ذریعہ سے آسمانی بادشاہت قائم ہو کر - ایک نئی زمین اور نیا آسمان بنیگا - ۱۸۹۸ھ سے پہلے آئے اور اس کے آنے کے بعد

* تفصیل کے لئے دیکھیں میری تصنیف موسومہ "زار کا حال زار"

ساری دنیا خدا تعالےٰ کے قہری نشانوں سے پکڑی جائے - اور قوموں کے درمیان
نہایت خطرناک جنگ چھڑے - یہ حسابات ۱۸۸۰ اور ۱۸۹۵ کے درمیان
زمین کے شمالی گوشہ میں لگائے جا رہے ہوں اور اس کے جنوبی گوشہ میں قادیان
کی سرزمین میں اس عرصہ کے انتہا میں خدائے قہار اپنے ایک بندے کو بطور اپنی
آخری کرناہ کے تیار کر رہا ہو - جس کے پھونکنے پر خدا تعالےٰ کے قہری تجلیوں کے
نشان اپنے وقت کے اندر جابجا ظاہر ہو گئے ہوں - کیا یہ اسکی قدرتوں کے
عجیب اور حیرت انگیز نشان نہیں؟ جو پیشتر اس کے کہ واقع ہوں آپنے اپنے کانوں
سے سنے اور سنکر اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کیا - اس لئے میں کہتا ہوں کہ
آپ خدا تعالےٰ کی حجت کے ماتحت ہیں - اس میدان میں کھڑے ہو کر آپ پیچھے
قدم نہیں ہٹا سکتے - کیونکہ ہٹنے میں ادھر بھی ہلاکت ہے اور ادھر بھی - سلامتی صرف
اس بات میں ہے - کہ ہم خدا تعالےٰ کے مقدس لوگ بنتے ہوئے ابولہب کے
ساتھ اپنی آخری جنگ کا قصہ ہمیشہ کے لئے نپٹا لیں - اور انبیاء کی آسمانی بادشاہت
قائم کر کے بنی نوع انسان کی سلامتی اور نجات کا سامان مہیا کریں ۔

خدا تعالےٰ اب اپنے قہری نشانوں سے بشری حکومتوں کا قضیہ چکانے کیلئے
نیچے اتر آیا ہے - آپ اس کا ایک نشان عالمگیر جنگ میں ابھی دیکھ چکے ہیں - زار
کی حالت زار کا واقعہ اس قسم کے ہزاروں واقعات میں سے صرف ایک نمونہ ہے -
جو میں نے بیان کیا ہے - ورنہ میں نے اپنی آنکھوں سے جنگ عظیم میں بہت کچھ دیکھا -
اور میں عینی مشاہدات کی بنا پر گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالےٰ دنیا میں ایک بڑی
تیاری کر رہا ہے - اور آپ سن چکے ہیں کہ وہ کیا تیاری کر رہا ہے - شاہ روس کا
عصا جیسا اس نے فرمایا تھا چھین لیا ہے - اور یہ عصا اب آپ کو دیکر دجالی حکومت
کو آپ کے دیکھتے دیکھتے پاش پاش کر دیگا - يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ
يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَا اَمْتًا
يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ
فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا - یہ پہاڑ سب اڑ جائیں گے - عراباہ کی مانند ایک ہموار

میدان ہوگا - اس میں نہ ٹیڑھا پن ہوگا اور نہ نشیب و فراز - شیطان کی ساری
آوازیں رحمانی تجلی کے سامنے مدھم پڑجائینگی اور تمام بشر ایک ساتھ ہو کر خدا تعالےٰ
کا جلال دیکھیں گے - اور ہر انسان نجات پائیگا - دیکھو جیسے پہلے پیشگوئیاں برآئیں
یہ پیشگوئی بھی برآئیگی - اور خدا تعالےٰ اپنی قدرت ثانیہ کا نمونہ اسی طرح دکھلائیگا
جس طرح اس نے وعدہ فرمایا - كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ گویا اللہ تعالےٰ
آسمان سے خود نازل ہوگا - رحمت کے یہ نشان ہماری ذات کے ساتھ وابستہ
ہیں - پس ہمیں اپنے تئیں اس کے لائق بنانا چاہیئے - اور چند پیسے چندہ دے کر
اور چند نمازیں پڑھ کر یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کر لیا - ابھی تو
صرف پہلا ہی قدم ہے - اور ہمارا معراج (اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى) اس مسجد اقصیٰ
تک ممتد ہے جس کا وعدہ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
سے بایں الفاظ ہوا تھا - سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى - پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو ایک نہایت خطرناک
رات میں سے گزار کر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچا دیا ۔

محمد رسول اللہ صلعم کی وہ مسجد حرام کیا ہے؟ جس سے آپکی سیر شروع ہوئی -
سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨالْعَاكِفُ فِيْهِ
وَالْبَادِ - یہ وہ سجدہ گاہ ہے جسے حرم قرار دے کر یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ کسی باطل الٰہ کا اسمیں گزر نہ
ہونے پائے جسمیں شہری و دیہی سب برابر ہیں وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۭ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ
اَلِيْمٍ (الحج ع ۴) اور جو اس میں کسی قسم کا تصرف کرنا چاہے گا وہ پکڑا جائیگا - وَمَنْ
دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا (عمران ع ۱۰) اور اس میں داخل ہونے والا تمام شیطانی حکومتوں
کے ناجائز تصرفات سے امن میں رہیگا - محمد رسول اللہ صلعم کی اس مسجد حرام سے اور شب
غاسق کی تاریکی میں آپکی سیر شروع ہوتی ہے - اور آپؐ نے اپنی اس سیر کو مسجد اقصیٰ تک
لے جا کر ختم کرنا ہے - اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے بندے کو وہاں تک رات کی تاریکی
میں سے نکال کر پہنچا دے گا - سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ
الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا

پاک ہے اپنے وعدوں کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ضرور ہے کہ اپنے اس وعدے کے مطابق آپکو مسجد حرام سے جو اندر سے امن سرا ہے پر اس کے بیرونجات اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ (عنکبوت ع) پُرخطر ہیں رات کے خطرات سے بچاکر صحیح وسلامت اس مسجد اقصٰی تک لے جائے الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ جس کا ماحول جیسے اندر سے پُرامن ہے باہر سے بھی مبارک ہے۔ یہ مسجد اقصٰی کیا ہے؟[1] وہ مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلعم کے ساتھ غسق اللیل کی پیشگوئی کے انتہا میں فرمایا۔ جس کا ذکر دانیال اور زکریا اور یسعیاہ وغیرہ انبیاء علیہم السلام نے بایں الفاظ کیا:۔

"نفیس اجرام فلکی کی روشنی نہ ہوگی پر نہایت کثیف تاریکی ہوگی . . . . پر ایکدن ہوگا جو خداوند کو معلوم ہے۔ خداوند ساری دنیا کا بادشاہ ہوگا۔ اور اس کا نام ایک ہوگا۔ ساری زمین تبدیل ہوگی۔ عراباہ کے میدان کی مانند ہو جائیگی . . . . ہر ایک کوہ اور ٹیلہ پست اور ہر ایک نشیب اونچا کیا جائیگا۔ اور ہر ایک ٹیڑھی چیز سیدھی اور ناہموار جگہیں ہموار کی جائیں گی۔ ہر بشر خدا کی نجات دیکھیگا . . . . دیکھو میرا بندہ جسے میں سنبھالتا۔ اور میرا برگزیدہ جس سے میرا جی راضی ہے میں نے اپنی روح اس پر رکھی۔ وہ قوموں کے درمیان عدالت جاری کرائیگا کہ دائم رہے۔ اسوقت تک اسکو زوال نہ ہوگا اور نہ مسلا جائیگا جبتک کہ راستی کو قائم نہ کرے۔ اور بحری ممالک اسکی شریعت کی راہ تکیں۔ وہ شریعت کو بزرگی دیگا اور عزت بخشیگا . . . . . اور تمام آسمان تلے سارے ملکوں کی سلطنت اور مملکت اور سلطنت کی حشمت حق تعالیٰ کے مقدس لوگوں کو بخشی جائیگی۔ (وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء ع) اس کی سلطنت ابدی سلطنت ہوگی۔ اور ساری مملکتیں اس کی بندگی کرینگی اور فرمانبردار ہونگی۔"

یہ وہ مسجد اقصٰے ہے جہاں محمد رسول اللہ صلعم کو ایک تاریک رات میں سے سنبھال کر لیجانے اور پہنچانے اور مقام محمود پر کھڑا کرنیکا وعدہ ہے۔ اسی رات کی انتہائی گھڑیوں میں سلطانِ نصیر کے ساتھ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا کی پیشگوئی وابستہ ہے۔

[1] حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی مسجد اقصٰی کی پیشگوئی کی یہی تشریح فرمائی ہے اور آپکو بھی یہ آیت وحی کی گئی۔ سُبْحٰنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (حقیقۃ الوحی صفحہ ۔ اور خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۹ ایڈیشن اول)

اور اے انصار اللہ کی جماعت! حق تعالیٰ کے مقدس رسول نے دوسرے
گروہ جنہیں (وَاُخْرٰی تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ کی بشارت دیتے ہوئے)
کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے تمہارے ہاتھوں سے النصر ۔ الفتح
کا علم بلند ہونا ہے اور قوموں نے محمد رسول اللہ صلعم کے حرم سرائے میں داخل ہو کر ابدی
امن حاصل کرنا ہے سو اپنی جانشینی کو آپ سمجھیں اور اس کی قدر کریں ۔ اور اس دور کی مسافت
کو تیز قدموں سے جلدی طے کریں ۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ الخ ۔ رات اپنی آخری گھڑیاں طے کر
رہی ہے اور فرعونی حکومتوں کا خاتمہ ہوا چاہتا ہے ۔ اور وہ موعودہ فجر چمکتی ہوئی روشنی کیساتھ
اپنے اُفق سے نمایاں ہونے والی ہے ۔ اور یہ رات سکون پذیر ہو کر اعلان کرنے کو ہے ۔ مَا
وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۔ ہاں چند ہی روز
باقی ہیں کہ آپ کے ہاتھوں سے اَلَا بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ کا نقارہ بجنے کو ہے ۔ اور
قومیں اور مملکتیں اس قصر عظیم میں داخل ہونے والی ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں
سے تیار ہوا ۔ جس کا آخری پتھر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات ستودہ
صفات ہے ۔ اسی پتھر کو معماروں (مستعمرین) نے رد کیا ۔ پر وہی کونے کے سرے کا پتھر
ہو گیا ۔ اور یہ خداوند کی طرف سے ہوا ۔ اور ہماری نظر میں عجیب ہے ۔ خدا کی بادشاہت
اس قوم کو دی جائیگی جو اس کے پھل لائے ۔ اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے
ہو جائیں گے مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا ۔ يَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ
قُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا
عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝

رَبَّنَا اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

زین العابدین ولی اللہ شاہ
قادیان
۲۵-۱۲-۳۱

فہرست مضامین کتاب ھذا

مضمون	صفحہ
آسمانی بادشاہت کے متعلق انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیاں	۱
عیسائیوں کا دعویٰ کہ آسمانی بادشاہت انکی ہے کہاں تک درست ہے؟	۷
آسمانی بادشاہت کی تکمیل کیلئے مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے متعلق عیسائیوں کی شدید انتظار اور ان کے حسابات	۸
عیسائیوں کی ناامیدی اور اس کی توجیہہ	۲۱
آسمانی بادشاہت کی تعریف	۲۴
انسان کی حیثیت	۲۵
بنی نوع انسان میں طبقۂ حاکمہ اور طبقۂ محکومہ	۲۷
انسان کی طبعی سرکشی اور اس پر بشری حکومت کے تسلط کی نوعیت اور اسکا اثر	۲۹
انسان کی طبعی سرکشی کس حکومت سے دور ہو	۳۲
ہمارے زمانے کا المیہ	۳۴
محمد رسول اللہ صلعم کے زمانہ کا امتیاز	۳۵
محمد رسول اللہ صلعم کا دعویٰ	۳۷
آپ کا طبقۂ حاکمہ سے خطاب	〃
جن وانس کی اصطلاح اور اسکا مفہوم	۳۸
انسانی آزادی کا آغاز	۴۲
آزادی کا غلط مفہوم	۴۵
انسانی آزادی کی حقیقی راہ	۴۶
آسمانی بادشاہت کا قیام	۴۹
نیکی اور گناہ روحانی انسان کی نظر میں	〃
آسمانی بادشاہت میں حاکم کی حیثیت	۵۴
آسمانی بادشاہت کا نصب العین	۵۶
محمد رسول اللہ صلعم کی دعوت تامہ اور شیطان کی انتہائی ہزیمت	۵۸
آنحضرت صلعم پر شیطان کے دو حملے	۶۵

مضمون	صفحہ
فتنۂ ابولہب اور فتنۂ دجال ایک ہی ہیں	۶۶
یہ فتنہ کب پیدا ہونے والا تھا؟	۶۸
فتنۂ ابولہب سے عیسائیت کا کیا تعلق ہے؟	۷۰
احمدیت اور آسمانی بادشاہت	۷۱
دجلِ عظیم کے مظاہرے	״
قرآن مجید کی عظیم الشان پیشگوئی	۸۰
امت مرحومہ کی خستہ حالی	۸۲
حق تعالےٰ کے مقدسوں کا دوسرا گروہ	۸۴
مشیّت الٰہی جو قدیم سے ہے	۸۵
قہاری تجلّی کے مشاہدات جنگ عظیم میں	۸۷
مشیّت الٰہی کا حیرت انگیز مظاہرہ	۹۰
آنحضرت صلعم کا معراج اور اسکے متعلق عظیم الشان پیشگوئی	۹۲

انصار اللہ سے خطاب ۹۳

تصحیح

صفحہ ۸ دائیں طرف کے حاشیہ پر عنوان غلطی سے باریک لکھا گیا ہے۔

اصل مضمون کا حصہ نہیں۔

Checked 1987

٢٦٦٩٩

٢٨

١٣٦

بشیر احمد خان [illegible] خوشنویس تحریر نمود